کتاب و سنت اور اسلافِ امت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ

اشرف الجرائد

حیدرآباد

Volume:13 Issue:3 March 2020

مدیر

مولانا محمد عبدالقوی

ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد

www.idara.info

اشرف الجرائد میں شامل تمام مضامین کی تمام جزئیات سے مدیر کا اتفاق ضروری نہیں

آئینۂ مضامین

اشرف الجرائد کی توسیع واشاعت میں حصہ لے کر اشاعتِ دین کا ثواب حاصل فرمائیں۔ادارہ



درسِ قرآن

تقویٰ اور احسان سے اللہ کی مدد حاصل ہوتی ہے

مولانا مفتی محمد شفیع عثمانیؒ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ (۱۲۶)
وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَلَا تَكُ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْكُرُوْنَ (۱۲۷) اِنَّ اللّٰهَ
مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ (۱۲۸) ﴿سورۃ النحل﴾

ترجمہ: اور اگر تم لوگ (کسی کے ظلم کا) بدلہ لو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی زیادتی تمہارے ساتھ کی گئی تھی، اور اگر صبر ہی کر لو تو یقیناً یہ صبر کرنے والوں کے حق میں بہت بہتر ہے۔ اور (اے پیغمبر!) تم صبر سے کام لو اور تمہارا صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے، اور ان (کافروں) پر صدمہ نہ کرو، اور جو مکاریاں یہ لوگ کر رہے ہیں، ان کی وجہ سے تنگ دل نہ ہو، یقین رکھو کہ اللہ اُن لوگوں کا ساتھی ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور جو احسان پر عمل پیرا ہیں۔

تشریح: مذکورہ تین آیتوں میں داعیانِ حق کے لئے ایک اور اہم ہدایت ہے، وہ یہ کہ بعض اوقات ایسے سخت دل جاہلوں سے سابقہ پڑتا ہے کہ ان کو کتنی ہی نرمی اور خیر خواہی سے بات سمجھائی جائے وہ اس پر بھی مشتعل ہو جاتے ہیں، زبان درازی کر کے ایذاء پہونچاتے ہیں، اور بعض اوقات اس سے بھی تجاوز کر کے ان کو جسمانی تکلیف پہونچانے بلکہ قتل تک سے بھی گریز نہیں کرتے، ایسے حالات میں دعوتِ حق دینے والوں کو کیا کرنا چاہئے۔

اس کے لئے ''وان عاقبتم الخ'' میں ایک تو ان حضرات کو قانونی حق دیا گیا کہ جو آپ پر ظلم کرے آپ کو بھی اس سے اپنا بدلہ لینا جائز ہے، مگر اس شرط کے ساتھ کہ بدلہ لینے میں مقدارِ ظلم سے تجاوز نہ ہو، جتنا ظلم اس نے کیا ہے، اُتنا ہی بدلہ لیا جائے اس میں زیادتی نہ ہونے پائے، اور آخر آیت میں مشورہ دیا کہ اگرچہ آپ کو انتقام لینے کا حق ہے، لیکن صبر کریں اور انتقام نہ لیں تو یہ بہتر ہے۔

جمہور مفسرین کے نزدیک یہ آیت مدنی ہے، غزوۂ احد میں ستر صحابہؓ کی شہادت اور حضرت حمزہؓ کو قتل

کر کے مُثلہ کرنے کے واقعہ میں نازل ہوئی، صحیح بخاری کی روایت اسی کے مطابق ہے، دار قطنی نے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ: غزوۂ احد میں جب مشرکین لوٹ گئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ستر صحابہ رضی اللہ عنہم کی لاشیں سامنے آئیں، جن میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عم محترم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، چونکہ مشرکین کو اُن پر بڑا غیظ تھا، اس لئے ان کو قتل کرنے کے بعد اُن کی لاش پر اپنا غصہ اس طرح نکالا کہ ان کی ناک، کان، اور دوسرے اعضاء کاٹے گئے، پیٹ چاک کیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس منظر سے سخت صدمہ پہنچا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ: میں حمزہ رضی اللہ عنہ کے بدلے میں مشرکین کے ستر آدمیوں کا اسی طرح مثلہ کروں گا، جیسا انہوں نے حمزہ رضی اللہ عنہ کو کیا ہے، اس واقعہ میں یہ تین آیات نازل ہوئیں، وان عاقبتم الخ (تفسیر قرطبی) بعض روایات میں ہے کہ دوسرے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بھی ان ظالموں نے اسی طرح کا معاملہ مُثلہ کرنے کا کیا تھا۔

(کما رواہ الترمذی واحمد وابن خزیمہ وابن حبان فی صحیحہما عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ)

اس میں چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرطِ غم سے بلا لحاظ تعداد ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں ستر مشرکین کے مُثلہ کرنے کا عزم فرمایا تھا، جو اللہ کے نزدیک اس اصول عدل و مساوات کے مطابق نہ تھا جس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعہ دنیا میں قائم کرنا منظور تھا، اس لئے ایک تو متنبہ فرمایا گیا کہ بدلہ لینے کا حق تو ہے، مگر اسی مقدار اور پیمانہ پر جس مقدار کا ظلم ہے، بلا لحاظ تعداد چند کا بدلہ ستر سے لینا درست نہیں، دوسرے آپ کو مکارمِ اخلاق کا نمونہ بنانا مقصود تھا، اس لئے یہ نصیحت کی گئی کہ برابر سرابر بدلہ لینے کی اگرچہ اجازت ہے، مگر وہ بھی چھوڑ دو اور مجرموں پر احسان کرو تو یہ زیادہ بہتر ہے۔

اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ: اب ہم صبر ہی کریں گے، کسی ایک سے بھی بدلہ نہیں لیں گے، اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دیا۔ (مظہری عن البغوی) فتح مکہ کے موقعہ پر جب یہ تمام مشرکین مغلوب ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قبضہ میں تھے، یہ موقع تھا کہ اپنا وہ عزم و ارادہ پورا کر لیتے جو غزوۂ احد کے وقت کیا تھا، مگر آیات مذکورہ کے نزول کے وقت ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے ارادے کو چھوڑ کر صبر کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے، اس لئے فتح مکہ کے وقت ان آیات کے مطابق صبر کا عمل اختیار کیا گیا، شاید اسی بناء پر بعض روایات میں یہ مذکور ہے کہ یہ آیتیں فتح مکہ کے وقت نازل ہوئی تھیں، اور یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ ان آیات کا نزول مکرر ہوا ہو، اول غزوۂ اُحد میں نازل ہوئیں اور پھر فتح مکہ کے وقت دوبارہ نازل ہوئیں۔ (کما حکاہ المظہری عن ابن الحصار)

مسئلہ: اس آیت نے بدلہ لینے میں مساوات کا قانون بتایا ہے، اسی لئے حضرات فقہاء نے فرمایا کہ جو شخص کسی کو قتل کر دے اس کے بدلے میں قاتل کو قتل کیا جائے گا، جو زخمی کر دے تو اتنا ہی زخم اس کرنے والے کو

لگایا جائے، جو کسی کا ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے پھر قتل کرڈالے تو ولی مقتول کو حق دیا جائے گا کہ وہ بھی پہلے قاتل کا ہاتھ یا پاؤں کاٹے پھر قتل کردے۔ البتہ اگر کسی نے پتھر مار کر کسی کو قتل کیا یا تیروں سے زخمی کر کے قتل کیا تو اس میں نوعیت قتل کی صحیح مقدر متعین نہیں کی جاسکتی کہ کتنی ضربوں سے یہ قتل واقع ہوا ہے، اور مقتول کو کتنی تکلیف پہنچی ہے، اس معاملہ میں حقیقی مساوات کا کوئی پیمانہ نہیں ہے، اس لئے اس کو تلوار ہی سے قتل کیا جائے گا۔ (جصاص)

مسئلہ: آیت کا نزول اگرچہ جسمانی تکالیف اور جسمانی نقصان پہونچانے کے متعلق ہوا ہے مگر الفاظ عام ہیں جس میں مالی نقصان پہنچانا بھی داخل ہے، اسی لئے حضرات فقہاء نے فرمایا کہ جو شخص کسی سے اس کا مال غصب کرے تو اس کو بھی حق حاصل ہے کہ اپنے حق کے مطابق اس سے مال چھین لے، یا چوری کرلے بشرطیکہ جو مال لیا ہے وہ اپنی حق کی جنس سے ہو مثلاً نقد روپیہ اس سے غصب یا چوری کے ذریعہ لے سکتا ہے، غلہ کپڑا وغیرہ لیا ہے تو اسی طرح کا غلہ، کپڑا لے سکتا ہے، مگر ایک جنس کے بدلے میں دوسری جنس نہیں لے سکتا، مثلاً روپئے کے بدلے میں کپڑا یا کوئی دوسری استعمالی چیز زبردستی نہیں لے سکتا، اور بعض فقہاء نے مطلقاً اجازت دی ہے، خواہ جنس حق سے ہو یا کسی دوسری جنس سے، اس مسئلہ کی کچھ تفصیل قرطبی نے اپنی تفسیر میں لکھی ہے، اور تفصیلی بحث کتبِ فقہ میں مذکور ہے۔

آیت ''وان عاقبتم ''میں عام قانون مذکور تھا جس میں سب مسلمانوں کے لئے برابر کا بدلہ لینا جائز ہے مگر صبر کرنا افضل وبہتر بتلایا گیا ہے، اس کے بعد کی آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خصوصی خطاب فرما کر صبر کرنے کی تلقین وترغیب دی گئی ہے، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ عظیم اور منصب بلند کے لئے دوسروں کی نسبت سے وہی زیادہ موزوں ومناسب ہے، اس لئے فرمایا: وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللّٰهِ، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو انتقام کا ارادہ ہی نہ کریں، صبر ہی کو اختیار کریں اور ساتھ ہی یہ بھی بتلادیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صبر اللہ ہی کی مدد سے ہوگا یعنی صبر کرنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے آسان کردیا جائے گا۔

آخری آیت میں پھر ایک عام قاعدہ اللہ تعالیٰ کی نصرت وامداد حاصل ہونے کا یہ بتلادیا: إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد ان لوگوں کے ساتھ ہوتی ہے جو دوصفتوں کے حامل ہوں، ایک تقویٰ دوسرے احسان، تقویٰ کا حاصل نیک عمل کرنا اور احسان کا مفہوم اس جگہ خلقِ خدا تعالیٰ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ہے، یعنی جو لوگ شریعت کے تابع، اعمال صالحہ کے پابند ہوں اور دوسروں کے ساتھ احسان کا معاملہ کرتے ہوں، حق تعالیٰ اُن کے ساتھ ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ کی معیت (نصرت) حاصل ہو اس کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے۔ (مستفاد وماخوذ: معارف القرآن ج:۵ ص:۱۵۷ تا ۱۵۹)



درس حدیث

دلوں کی دوریاں ختم کریں!

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی مدظلہ *

عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: يَا بُنَيَّ إِنْ قَدَرْتَ أَنْ تُصْبِحَ وَتُمْسِيَ وَلَيْسَ فِيْ قَلْبِكَ غِشٌّ لِأَحَدٍ فَافْعَلْ. ثُمَّ قَالَ: يَا بُنَيَّ وَذٰلِكَ مِنْ سُنَّتِيْ، وَمَنْ أَحَبَّ سُنَّتِيْ فَقَدْ أَحَبَّنِيْ، وَمَنْ أَحَبَّنِيْ كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ. (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: میرے پیارے بیٹے اگر تم سے ہوسکے تو تم اس حال میں صبح وشام کرو کہ تمہارے دل میں کسی کے سلسلے میں کینہ نہ ہو اور پھر مجھ سے فرمایا: اے میرے بیٹے یہ میری سنت ہے اور جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کیا وہ میرے ساتھ جنت میں رہے گا۔

تشریح: اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ محبت وتعلق اور نصح وخیرخواہی بھی ایمان کا جز ہے، اس کے بغیر ایمان کامل نہیں ہے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم میں کوئی مومنِ کامل نہیں ہوتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

قرآن مجید نے دلوں کی اس محبت کو اہم ترین نعمت قرار دیتے ہوئے کہا: "اور اللہ تعالیٰ کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہوگئے، اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے تو اس نے تمہیں بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لیے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ (آل عمران)

ایمان وتقوی کے بعد دل کے صاف ہونے کی علامات میں یہ بھی شامل ہے کہ دل مسلمانوں کے بارے میں کینے، حسد، اور عداوت سے پاک ہو۔ مسلمان اپنے بھائیوں کے ساتھ زندگی گزارے تو اس کا دل صاف و شفاف آئینے کی طرح ہو۔ مسلمانوں کے متعلق دل میں غبار اور نفرت نہ ہو؛ بلکہ۔۔۔۔۔۔۔ (باقی صفحہ: ۱۸ پر)

پیش گفتار

یہ کام بھی کیجئے!

از: مدیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ وبہ نستعین

ملک کی موجودہ سیاسی وسماجی صورت حال میں ـــــ جو کہ نہایت فکر انگیز اور ہلاکت خیز ہے ـــــ مسلمان جو کچھ بھی تدبیریں کر رہے ہیں وہ قابل قدر اور لائقِ تعاون ہیں، اُن کی ستائش و ہمت افزائی کے ساتھ چند اور اُمور کی طرف ان سطور کے ذریعہ متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔

۱ـ ان کوششوں میں ممکن حد تک اس بات کا لحاظ رکھا جانا چاہیئے کہ ان میں اپنی شخصیات اور جماعات کو نمایاں رکھنے یا اپنے کارناموں کی حیثیت سے دِکھانے کے بجائے اجتماعی حیثیت اور مِلّی بلکہ قومی شناخت کو نمایاں رکھا جائے؛ یہ وقت اور صورتِ حال اجتماعیت کی مقتضی ہے انفرادیت کا یہ موقع نہیں ہے، ہاں! آپ اپنے اپنے مسلک مزاج اور افکار قائم رکھیں، اس پر چلیں اور اپنے اپنے تنظیمی کام اپنے دفتروں اور اسٹیجوں سے کرتے رہیں، تاہم ملّی مسائل کو مِلّی حیثیت اور ملّی شان سے ہی حل کریں، سب ایک خیال اور ایک زبان ہوں، ٹائٹلوں کو اس مسئلے میں خدا کے واسطے بازو رکھ دیں، ورنہ یاد رکھئے اتحاد کا مقابلہ انتشار نہیں کر سکتا۔

۲ـ پنج وقتہ نمازوں کا اہتمام پوری مِلّت کرے، اس کے لئے سب مل کر لوگوں کو بار بار توجہ دلائیں، اور بتاتے رہیں کہ کوئی کوشش نماز جیسے فریضے سے غفلت کے ساتھ کامیاب ہونے والی نہیں ہے، بہ حیثیت مسلمان ہمیں نماز کی اہمیت کو تسلیم کرنا بہت ضروری ہے، ویسے بھی ہم اپنے مقاصد کی تکمیل میں اللہ تعالیٰ کی مدد کے سخت محتاج ہیں اور اللہ نے ثابت قدمی اور نماز کے ذریعے اپنی مدد طلب کرنے کا حکم دیا ہے۔

۳ـ بڑے بڑے گناہ جیسے شراب، بے حیائی، حرام خوری اور قطع رحمی وغیرہ سے بہ آسانی بچا جا سکتا ہے، ہمت کر کے اس قسم کے گناہ فوراً بند کریں اور کمی کوتاہی پر استغفار کا بلکہ کثرتِ توبہ واستغفار کا اہتمام رکھیں۔

استغفار سے حق تعالیٰ خوش ہوتے ہیں اور ہر قسم کی مدد کا وعدہ کئے ہیں، عام طور سے مساجد میں قنوتِ نازلہ کا اہتمام جاری ہے، نمازوں کا اہتمام کریں گے تو اس میں بھی شریک رہ سکتے ہیں۔

۴؎ کوئی کام یا کلام ایسا نہ کریں جس سے نااتفاقیاں یا ملت میں دوریاں پیدا ہوں، الحمد للہ تمام طبقات کے علماء اور واعظین نے اس مسئلے کی اہمیت کو سمجھا ہے اور سمجھ داری کا ثبوت دے رہے ہیں تاہم پھر بھی بعض انتشار پسند اور نفس پرست لوگوں کی تسلی اب بھی انہی موضوعات میں دکھائی دے رہی ہے، میں عرض کر چکا ہوں کہ اپنے نظریات وافکار سے دست برداری کی بات نہیں کہی جارہی ہے، ان نظریات وافکار کو مسلمانوں میں انتشار واختلاف کا سبب نہ بننے دینے اور ملّی مسائل کی راہ میں مانع نہ ہونے دینے کی گذارش کی جارہی ہے۔

۵؎ پس ماندہ اقوام اور دلت ذاتوں کو اپنے سے مانوس کیا جانا ضروری ہے لیکن اس کے لئے برہمن مخالف عنوان اختیار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، برہمن ازم ایک نسل پرست تصوّر رہے وہ خود ہی کسی کو قبول نہیں کرتا ہمیں اس بارے میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے تاہم جنہیں ماضی میں محروم الحقوق رکھا گیا تھا وہ مستقبل میں اسی مقام پر لائے جائیں گے اس کا شعور اِن میں بیدار کرنے کے لئے اقدامات کی ضرورت ہے، مسلم بہ مقابلہ ہندو ایک فریبی چال ہے، اصل مسئلہ ادنیٰ بہ مقابلۂ اعلیٰ کا ہے اور اس کی چکی میں ایک معمولی اقلیت کے علاوہ پوری اکثریت پسنے والی ہے، اس لئے ہماری کوششیں تمام مظلوموں کے لئے ہونی چاہیئے صرف مسلمانوں کے لئے نہیں، اسلام یہی سکھاتا ہے۔

یہ چند باتیں نہایت دُکھ اور تکلیف کے ان لمحات میں بہ مشکل تمام قیدِ تحریر میں لا رہا ہوں، گذشتہ شمارے میں کچھ لکھتے وقت دِلّی لسانی ولفظی جنگ میں الجھی ہوئی تھی، اس شمارے کے لئے کچھ لکھنے جارہا ہوں تو وہی دِلّی عملی جنگ میں تبدیل ہو چکی ہے، ہر طرف انسانی جسموں کے جلنے کا منظر، انسانی املاک کی تباہی کا شور، اور انسانی کُنبوں کی ویرانی کا ماتم دکھائی دے رہا ہے، مظلوموں کی کوئی پتا سننے والا نہیں، ہر سمت ظالموں کی پشت پناہی وشاباشی کے نغمے گائے جارہے ہیں، الامان الحفیظ!

داد دینی چاہیئے اور گلے لگانا چاہئے ان محلّوں کے باسیوں کو جو آپس میں ایک دوسرے کا ساتھ دے رہے ہیں اور درندوں کے مقابلے میں انسانوں کے تحفظ وہم دردی کا کام کر رہے ہیں۔ دلّی والوں کی اس یکجہتی کو سلام!

گوشۂ سیرت

سبق ملا ہے مجھے یہ معراج مصطفی سے

مولانا سید احمد ومیض ندوی زید مجدہٗ*

واقعۂ معراج کے لامتناہی پیغامات ہیں اور اس سے حاصل ہونے والے اسباق ان گنت ہیں، مگر شرط یہ ہے کہ اس واقعہ کا گہرا مطالعہ کیا جائے اور اس پر محض ایک واقعہ سے زیادہ عملی زندگی میں رہنمائی کرنے والے سیرت کے ایک اہم گوشہ کے طور پر غور کیا جائے، اس واقعہ سے حاصل ہونے والے چند اسباق سطورِ ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں؛ تاکہ نگاہِ عبرت رکھنے والے اہلِ ایمان ان سے فائدہ اٹھائیں:

(۱) طائف میں ستانے والے کفار اور مکہ میں ٹھکرانے والے مشرکین پر اس واقعہ کے ذریعہ واضح کردیا گیا کہ تم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر زمین کے دروازے بند کردیئے تو اللہ نے ان کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے۔ تم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت واقتداء کو قبول نہ کیا تو اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انبیاء علیہم السلام کی امامت کروائی اور سب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا کی، اہلِ زمین نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منہ پھیرا تو آسمان والے نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال کیا۔

(۲) واقعۂ معراج سے آخرت جنت و دوزخ اور وہاں کی نعمتوں اور تکلیفوں کا یقینی ہونا معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ اللہ نے اس واقعہ میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنت و دوزخ کی سیر کرائی اور اہل جنت اور اہل دوزخ کے حالات کا مشاہدہ کروایا۔

(۳) دین حق کا داعی جب ستایا جاتا ہے اور وہ لوگوں کی اذیتوں کے باوجود اپنے کام میں لگا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کائنات کی ساری طاقتوں کو اس کے لئے مسخر کردیتے ہیں، واقعۂ معراج میں ساری کائنات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مسخر کردی گئی، حتیٰ کہ زمان و مکان بھی مسخر کردیئے گئے۔

(۴) واقعۂ معراج بتاتا ہے کہ داعی اگر اپنی دعوت میں ثابت قدم رہے تو آخر کار خدا اس کا حامی و مددگار بن جاتا ہے، خدا اپنے داعیوں کو آزماتا ضرور ہے مگر بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا، داعی کو دعوت کی راہ میں پیش آنے والی تکلیفوں سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ کی مدد ضرور آئے گی۔

* استاذ حدیث دارالعلوم حیدرآباد

(۵) واقعۂ معراج سے دین اسلام اور پیغمبر اسلام کی رفعت شان کا اظہار ہوتا ہے کہ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے مقام پر پہنچایا جہاں تک نہ کوئی پیغمبر جاسکا اور نہ ہی کوئی مقرب فرشتہ، سارے نبیوں میں یہ اعزاز صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو حاصل ہوا، حتیٰ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی پیچھے رہ گئے، اللہ نے نبیوں کی امامت کروا کر ساری انسانیت پر واضح کر دیا کہ اب سب کے مقتدا صرف نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین سارے دینوں پر غالب ہے۔

(۶) واقعۂ معراج قبلہ اول بیت المقدس کے سلسلہ میں ہمیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلاتا ہے، یہیں سے آپ کو معراج نصیب ہوئی اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سارے مسلمانوں کا قبلۂ اول ہے، جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سارے نبیوں کی امامت فرمائی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معراج کے اس سبق کو یاد رکھا اور اس کے تقاضوں پر عمل کرتے ہوئے بیت المقدس کو آزاد کرایا، لیکن افسوس موجودہ دور کے مسلمان بیت المقدس کی آزادی اور قبلۂ اول کی بازیابی سے بالکلیہ غافل ہیں، یہودی آئے دن اس کی توہین کر رہے ہی اور اس کے صحن میں موسیقی کی محفلیں منعقد کر رہے ہیں اور اسے ڈھانے کی ساری تدبیریں مکمل کر چکے ہیں، لیکن عالم اسلام غفلت سے دوچار ہے۔

(۷) واقعۂ معراج ہمیں اس بات کا بھی پیغام دیتا ہے کہ ہم روحانی طور پر اس قدر عروج کریں کہ ہمیں وصول الی اللہ کی دولت حاصل ہوجائے، موجودہ دور روح سے بے اعتنائی کا دور ہے، اس وقت ساری توانائیاں صرف جسم کو سنوارنے پر جھونکی جارہی ہیں، مادیت کا اس قدر تسلط ہے کہ روحانی اقدار قصۂ پارینہ بن کر رہ گئیں، معراج دراصل ظلمت سے نور کی جانب اور شک سے یقین کی جانب اور معصیت سے اطاعت کی جانب سفر ہے، یہاں نور ہی نور ہے اور طاعت ہی طاعت ہے، ظلمت و معصیت کا دور دور تک گزر نہیں ہے۔

(۸) معراج کا واقعہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بے پناہ مہربان ہے، اسی مہربانی کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازوں کو کم کرکے پانچ مقرر فرمائی اور کبیرہ گناہ کرنے والا موت سے پہلے سچی توبہ کرلے تو اس کے گناہوں کی مغفرت کا اعلان فرمایا۔

(۹) واقعۂ معراج استقامت اور ثبات قدمی کا پیغام دیتا ہے کہ دین کی راہ میں کیسی ہی دشوار گھاٹیاں آئیں مسلمان کو ثابت قدم رہنا چاہئے، جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر معراج سے پہلے انتہائی دشوار گھاٹیاں آئیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پائے ثبات میں کسی طرح کا تزلزل نہ آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعوتِ دین پر ثابت قدم رہے۔

(۱۰) کائنات میں اللہ تعالیٰ کا ضابطہ یہ ہے کہ ہر مشکل کے بعد آسانی ہوتی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت

تکالیف سے گزارا گیا پھر معراج کے ذریعہ آسانیوں کا سلسلہ شروع ہوا، ایک مسلمان کو پے در پے آنے والی دشواریوں سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔

(۱۱) واقعۂ معراج نماز کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے، تمام فرائض میں نماز ایک مہتم بالشان فریضہ ہے، سارے فرائض زمین پر فرض کئے گئے لیکن نماز کا تحفہ آسمان پر دیا گیا، نماز مومن کی معراج ہے، حالتِ نماز میں بندہ گویا اللہ سے ہم کلام ہوتا ہے۔

(۱۲) واقعۂ معراج قیادت کی تبدیلی اور اس بات کا اشارہ ہے کہ عالمی قیادت بنی اسحاق کے ہاتھوں سے لے کر بنی اسماعیل کے حوالے کر دی گئی، مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کی امامت اس بات کا لطیف اشارہ ہے کہ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوموں کے لئے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں، اب پچھلی ساری شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں اور ساری قوموں کو آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابع ہونا پڑے گا۔

(۱۳) واقعۂ معراج اس بات کی بھی غمازی کرتا ہے کہ دنیا دار المحن ہے، یہاں انسان کو قدم قدم پر تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج سے پہلے قدم قدم پر مشقتوں کا سامنا کیا اس کے برخلاف عالم بالا اور عالم آخرت ایک مسلمان کے لئے راحت کا حقیقی مقام ہے، اس لئے دار المحن میں پیش آنے والی تکلیفوں پر آزردہ خاطر نہ ہونا چاہئے، یہاں کی چند روزہ تکلیفوں کو برداشت کرتے ہوئے دین پر قائم رہیں گے تو ہمیشہ کی راحتیں حاصل ہوں گی۔

(۱۴) واقعۂ معراج میں اسلام کے دینِ فطرت ہونے کا لطیف اشارہ پایا جاتا ہے، اسلام کی تیز رفتار اشاعت اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ اسلام دین فطرت ہے اور دینِ فطرت کی خاصیت یہ ہے کہ وہ ہر حال میں فطرت انسانی کو اپیل کرتا ہے، عالم اسلام کے معروف داعی و مفکر شیخ سعید رمضان بوطی اپنی شہرہ آفاق کتاب فقہ السیر میں لکھتے ہیں ''حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں دو پیالے پیش کئے ان میں سے ایک دودھ کا پیالہ تھا اور دوسرا شراب کا، آپ نے دودھ کا پیالہ اٹھا لیا، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا آپ نے فطرت کو اختیار کیا اس سے معلوم ہوا کہ اسلام دین فطرت ہے اور اپنے عقیدے اور احکام میں فطرت انسانی کے حقیقی تقاضوں سے پوری طرح ہم آہنگ ہے اس میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو انسان کی حقیقی فطرت سے ٹکراتی ہو اگر فطرت ایک جسم ہوتی تو دینِ اسلام اس کا موزوں لباس ہوتا، یہ ہے اس چیز کا راز کہ یہ دین کیوں تیزی سے پھیلتا ہے اور لوگ اسے قبول کرنے کے لئے دیوانہ وار آگے بڑھتے ہیں، اس لئے کہ انسان خواہ تہذیب و تمدن کے

کتنے ہی مدارج طئے کر لے اور اسے کتنی ہی مادی آسائش حاصل ہو جائے لیکن وہ اپنی فطرت کے تقاضوں کی تکمیل اور فطرت سے میل نہ کھانے والے تکلفات اور پیچیدگیوں کے طوق سے آزادی حاصل کرنے کی جانب مائل رہتا ہے اور اسلام ہی وہ واحد نظام ہے جو فطرت انسانی کے تقاضوں کو پورا کرنے کا اہل ہے۔

(۱۵) واقعۂ معراج کے کچھ اور اسرار ورموز: شیخ سعید رمضان بوطی نے واقعۂ معراج پر روشنی ڈالتے ہوئے اس کے کچھ اور اسرار ورموز تحریر فرمائے ہیں؛ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: بیت المقدس تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر اور وہاں سے ساتوں آسمانوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے درمیان زمانی تعلق سے اس بات کا واضح ثبوت ملتا ہے کہ اس گھر کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی عظمت وتقدس حاصل ہے، اس سے اس کا بھی واضح ثبوت ملتا ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم اور حضرت محمد ابن عبداللہ علیہما السلام کی تعلیمات کے درمیان گہرا تعلق پایا جاتا ہے اور یہ کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک ہی دین کے ساتھ مبعوث کیا تھا، اس سے اس بات کا بھی اظہار ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو ہر زمانہ میں اور ہر آن اس ارضِ مقدس کی حفاظت اور بیرونی لوگوں اور دشمنانِ دین کے ناپاک ارادوں سے اس کی مدافعت کی کوشش کرنی چاہئے، گویا حکمتِ الٰہی اس زمانے کے مسلمانوں کو ہوشیار کر رہی ہے کہ اس مقدس سرزمین پر یہود کی جارحیت کے سامنے کمزوری اور بزدلی اور پست ہمتی کا مظاہرہ نہ کریں اور اسے ان کے ناپاک تسلط سے آزاد کر کے اس پر اہل ایمان کا قبضہ بحال کریں۔

(۱۶) واقعۂ معراج دراصل لوگوں کے ایمان کے جانچنے کی کسوٹی ہے؛ چونکہ یہ خرق عادت واقعہ تھا، مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کا سفر اس زمانے میں دو مہینوں پر محیط ہوتا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکنڈوں میں طئے کیا پھر عالم بالا کی سیر کرائی گئی، ظاہر ہے کہ ایسے حیرت انگیز واقعہ پر یقین کرنا عام انسان کے لئے مشکل ہوتا ہے، چنانچہ یہ واقعہ کافروں کے کفر میں اضافے کا ذریعہ بنا اور ایمان والوں نے تصدیق کر کے اپنے ایمان کو پختہ کیا۔

(۱۷) معراج مسجد حرام کے بجائے مسجد اقصیٰ سے کرائی گئی، اس میں اسلام کی عالمگیریت کی جانب اشارہ ہے اور مسلمانوں کو پیغام دیا جارہا ہے کہ وہ اسلام کو لیکر اقطاع عالم میں پھیل جائیں، مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کی امامت کا مطلب یہی ہے کہ اب اسلام ساری اقوام عالم کا واحد دین ہے۔

(۱۸) اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آدمی کو سابقہ لوگوں کے تجربات سے استفادہ کرنا چاہئے، پچاس نمازوں کی فرضیت کے بعد جب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوئی تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ سے نمازوں کی تخفیف کروانے کا مشورہ دیا اور یہ فرمایا کہ میں نے بنی اسرائیل کے سلسلہ میں تجربہ کیا ہے، لوگ اس کے متحمل نہیں ہوں گے، آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے

تجربات سے استفادہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے نمازوں کی تخفیف کروائی۔

(۱۹) معراج سے اتحاد واتفاق کا بھی درس ملتا ہے، وہ اس طرح کہ ہر آسمان پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مختلف نبیوں سے ملاقات ہوئی، سارے نبیوں نے مرحبا بالاخ الصالح کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال کیا جبکہ بیشتر انبیاء کی شریعتوں میں فرق پایا جاتا ہے، اس کے باوجود سب نے بھائی کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال کیا، اس میں اخوت واتفاق کی جانب اشارہ ہے، آج امت کی عجیب صورت حال ہے، ایک کلمہ ایک قرآن اور ایک کعبہ کی حامل امت باہم دست وگریباں ہے، مسلکی تشدد بام عروج پر ہے، اس میں جانیں تک ضائع ہورہی ہیں، ہر جگہ مسلمانوں کا آپسی اتحاد پارہ پارہ ہورہا ہیء، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس ملت کو قدم قدم پر درس اتحاد دیا تھا آج وہ مختلف خانوں میں بٹی ہوئی ہے۔

(۲۰) قرآن مجید میں اسراء کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ’’سبحان الذی أسری بعبدہ‘‘ پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات لے چلی۔ اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے لفظ عبد کا انتخاب اتفاقی نہیں ہے، مقام عبدیت سب سے اونچا مقام ہے، ہر فضیلت والے موقع پر اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے لفظ عبد اختیار فرمایا ہے، جس میں اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبدیت کے نہایت بلند مقام پر فائز ہیں، اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے یہاں ہر قسم کی سربلندی کامل عبدیت سے حاصل ہوتی ہے۔

(۲۱) سفر معراج میں مختلف آسمانوں پر متعدد انبیا کرام علیہم السلام سے ملاقات ہوئی، پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے دوسرے پر حضرت عیسیٰ ویحییٰ علیہما السلام سے تیسرے پر حضرت یوسف علیہ السلام سے چوتھے پر حضرت ادریس علیہ السلام سے پانچویں پر حضرت ہارون علیہ السلام سے چھٹویں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، ایک لاکھ سے زائد انبیاء کرام علیہم السلام میں سے مذکورہ چند انبیاء کرام علیہم السلام کا انتخاب اتفاقی نہیں ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات میں حکمت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے ساتھ پیش آئی صورت حال سے تسلی حاصل ہوجائے انہیں بھی اپنے وطن اصلی جنت سے نکالا گیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی مکہ مکرمہ سے نکالا گیا، حضرت عیسیٰ ویحییٰ علیہما السلام کے ساتھ یہودیوں نے انتہائی درجہ کی عداوت ودشمنی کا مظاہرہ کیا تھا، ان سے ملاقات کرواکر گویا یہ اشارہ دیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی مدینہ منورہ میں یہودیوں کی عہد شکنی اور ان کی سازشوں کا سامنا کرنا ہوگا، حضرت یوسف علیہ السلام کو خود ان کے بھائیوں کی جانب سے ظلم سہنا پڑا تھا اور انہوں نے اس پر صبر کیا، مکہ مکرمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بھی اپنوں نے یہی برتاؤ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کا تک منصوبہ بنایا، ادریس علیہ السلام کو اللہ نے رفعت مقام عطا فرمایا تھا جہاں تک پہنچنا ہر شخص کے لئے

ممکن نہیں تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج سے سرفراز فرما کر ان سے بلند مقام عطا فرمایا گیا، حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے ساتھ ان کی قوم نے بڑی بدتمیزی کا معاملہ کیا تھا، ان سے ملاقات کروا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی گئی، حضرت ابراہیم علیہ السلام سب سے آخری آسمان پر بیت المعمور سے ٹیک لگائے بیٹھے ان سے ملاقات کے ذریعہ اشارہ دیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر کا اختتام بھی حج بیت اللہ پر ہوگا۔

(۲۲) معراج کا واقعہ بتاتا ہے کہ ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے، جسے اللہ ہدایت نہ دیں وہ سارے معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائے گا، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج سے واپس لوٹے اور کفار مکہ کو اس کی تفصیلات سنائیں تو کفار مکہ نے بیت المقدس کے متعلق مختلف سوالات کئے۔ اللہ نے بیت المقدس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو کر دیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ہر سوال کا جواب دیا، مگر پھر بھی وہ ایمان نہیں لائے، اس لئے کہ ان کے حق میں ہدایت مقدر نہیں تھی۔

(۲۳) واقعۂ معراج سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جب کوئی کسی کے گھر جائے اور دروازہ کھٹکھٹائے اور اندر سے آنے والے کے متعلق سے دریافت کیا جائے تو آنے والے کو اپنا نام ذکر کرنا چاہئے، ''میں'' کہنا درست نہیں، حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پہلے آسمان پر پہونچے، آسمان کا دروازہ بند تھا، فرشتوں کے دریافت کرنے پر آپ علیہ السلام نے جواب میں جبرئیل کہا۔

(۲۴) معراج میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رخصت ہونے لگے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام رونے لگے ان سے پوچھا گیا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میرے بعد مبعوث ہونے والے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میری امت سے زیادہ تعداد میں جنت میں داخل ہوگی، (بخاری و مسلم) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس قدر غبطہ اور رشک تھا مگر اس کے باوجود انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایسی ہمدردی و خیر خواہی فرمائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پچاس نمازیں لے کر لوٹے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے تخفیف کروانے کا مشورہ دیا، ان کا طرز عمل یہ واضح کرتا ہے کہ کسی کی خوبیوں پر حسرت ہونے کے باوجود اس کے ساتھ ہمدردی و خیر خواہی ہونی چاہئے، اس کے برعکس آج ہمارا حال یہ ہے کہ کسی کو کوئی نعمت مل جائے تو لوگ اس سے حسد کرنے لگتے ہیں اور اس کی نعمت کے زائل ہونے کی تمنا رکھتے ہیں۔

(۲۵) خیر خواہی اور ہمدردی ایسی چیز ہے کہ اس کی برکتیں ضرور ظاہر ہوتی ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خیر خواہی فرمائی تو ان کی اس خیر خواہی سے نمازوں میں تخفیف کی گئی اس طرح خیر خواہی کبھی ضائع نہیں ہوتی۔۔۔۔۔ (بقیہ صفحہ ۲۵ پر)

گوشۂ خواتین

اسلام کی باکمال خواتین

مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی*

سیدہ زنیرہ رومیہ رضی اللہ عنہا

نام ونسب: سیدہ زنیرہ رومیہ رضی اللہ عنہا یہ ان خواتین میں شامل ہیں جو ابتدائے بعثت میں اسلام لائیں اور تکلیفیں سہیں، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ بنی مخزوم کی کنیز تھیں جنہیں ابوجہل سخت تکلیف دیا کرتا تھا، ایک روایت کی رو سے وہ بنوعبدالدار کی باندی تھی۔ اور بعض لوگوں نے ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی باندی قرار دیا ہے۔ (معرفۃ الصحابۃ لأبي نعیم، ۶/ ۳۳۴۵، دار الوطن للنشر)

قبول اسلام اور بینائی کی واپسی:

اہل مکہ جو بت پرست تھے، یہ نفع وضرر کو اپنے بتوں کی جانب منسوب کرتے اور ان میں خیر وشر، جزاء وبلا کے معتقد تھے، جب حضرت زنیرہ رضی اللہ عنہا کو بہت زیادہ تکالیف دی گئیں تو ان کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی، مشرکین ان سے کہتے کہ لات وعزی کی نافرمانی نے تمہیں اندھا کردیا ہے، وہ جواب میں کہتیں کہ لات وعزیٰ کو تو اتنا بھی معلوم نہیں کہ ان کو پوجنے والے ہیں کون؟ یہ تقدیر آسمانی ہے، اللہ چاہے تو میری بینائی کو لوٹا سکتا ہے، حسن اتفاق سے دوسرے دن ان کی آنکھیں ٹھیک ہوگئ ’’إنما هذا من السماء، وربي قادر على رد بصري، فأصبحت من الغد وقد رد الله بصرها‘‘ تو مشرکین کہنے لگے کہ یہ کرشمہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے جادو کا ہے۔ (اسد الغابۃ، زنیرۃ الرومیۃ: ۷/ ۱۲۴، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔

حضرت زنیرہ کی آزادی اور قرآن کا نزول:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس مظلوم صحابیہ کا علم ہوا تو انہوں نے ان کے مالک کے پاس سے حضرت زنیرہ رضی اللہ عنہا کو خرید کر آزاد کردیا۔

* رفیق تصنیف دار الدعوۃ والارشاد، حیدرآباد، واستاذ حدیث دار العلوم دیودرگ

قریش کہتے کہ اگر اسلام صحیح ہوتا تو ہم ’’زنیرہ‘‘ (رضی اللہ عنہا) سے پہلے اس کو قبول کر لیتے۔

تو اللہ عزوجل نے ان کی شان میں یہ آیتیں نازل فرمائی: ’’وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُونَا إِلَيْهِ‘‘ (سورۃ الاحقاف: ۱۱) (اور کفر کرنے والے ایمان والوں کو کہتے ہیں کہ اگر اسلام اچھا ہوتا تو ہم اس کی طرف پہلے آتے)۔

مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے تفسیر معارف القرآن میں تفسیر مظہری کے حوالہ سے ابن منذر سے یہ روایت نقل کی ہے: ’’کہ عمر بن خطاب جب مسلمان نہیں ہوئے تھے ان کی ایک کنیز جس کا نام زنیرہ تھا، وہ پہلے مسلمان ہوگئی تھی یہ اس کو اس کے اسلام لانے پر مارتے اور دھمکاتے تھے کہ کسی طرح یہ اسلام کو چھوڑ دے اور کفار قریش کہا کرتے تھے کہ اسلام کوئی اچھی چیز ہوتی تو زنین جیسی حقیر عورت اس میں ہم سے آگے نہ ہوتی، اس کے متعلق آیت مذکورہ نازل ہوئی‘‘ (معارف القرآن، سورۃ الاحقاف: ۱۱)۔

ان کے سلسلے میں ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ یہ فتح مکہ کے موقع سے حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا کو لے کر حاضر خدمتِ رسول ہوئی تھیں، جس واقعہ میں حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے باکانہ گفتگو کا ذکر ہے۔ حضرت زنیرہؓ کے بقیہ احوال معلوم نہ ہوسکے۔

(بقیہ صفحہ: ۸ سے)

ان کے ساتھ محبت و ملاطفت، صاف دلی و نیک نیتی کے ساتھ رہے؛ اس طرح وہ خود بھی پر سکون رہے گا اور لوگ بھی اس سے سکون پائیں گے، صاف دلی کی علامت اور خیر خواہی کا اہم اور بنیادی تقاضا یہ ہے کہ ہمارے دل کینے اور حسد سے پاک ہوں اور ہم اسلامی اخوت کا عملی نمونہ پیش کریں۔

مگر یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آج ہمارے معاشرے میں آپس میں دوریاں بڑھتی جارہی ہیں، خاندان میں، فیملی میں، ایک مسجد کے نمازیوں میں، ملازم اور مالک میں، استاذ اور مہتمم میں آپس میں خلیج اور دوری ہے اس کو دور کرنے کی کوشش کریں، محبت و مودت کے ساتھ زندگی گزارنے والے بنیں۔

حق تعالیٰ ہمیں ایمان کامل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

گوشہ خواتین

عورت کی عزت!

جناب اشفاق احمد

میں اپنی اہلیہ بانو کے ساتھ انگلینڈ کے ایک پارک میں بیٹھا ہوا تھا کہ وہاں تبلیغی جماعت کے کچھ نوجوان چہل قدمی کرتے ہوئے پارک میں آئے، اتنے میں مغرب کا وقت ہوا تو انہوں نے وہیں جماعت شروع کردی، ان نوجوانوں کو نماز پڑھتا دیکھ کچھ نوجوان لڑکیوں کا ایک گروپ ان کے پاس پہنچا اور نماز مکمل ہونے کا انتظار کرنے لگا، میں نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ آؤ دیکھتے ہیں کہ ان کے درمیان کیا بات ہوتی ہے۔مرحوم فرماتے ہیں کہ ہم دونوں میاں بیوی وہاں چلے گئے اور نماز ختم ہونے کا انتظار کرنے لگے،نماز ختم ہوتے ہی ان میں سے ایک لڑکی نے آگے بڑھ کر جماعت کروانے والے نوجوان سے پوچھا کہ کیا تمھیں انگلش آتی ہے؟

نوجوان نے کہا کہ جی ہاں آتی ہے۔ لڑکی نے سوال کیا کہ تم نے ابھی یہ کیا عمل کیا؟ نوجوان نے بتایا کہ ہم نے اپنے رب کی عبادت کی ہے۔ لڑکی نے پوچھا آج تو اتوار نہیں ہے تو آج کیوں کی؟

نوجوان نے اسے بتایا کہ ہم روز دن میں پانچ بار یہ عمل کرتے ہیں، تو لڑکی نے حیرت سے پوچھا کہ پھر باقی کام کیسے کرتے ہو تم؟ اس نوجوان نے اسے مکمل طریقہ سے پوری بات سمجھائی۔

بات ختم ہونے کے بعد لڑکی نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا تو نوجوان نے کہا کہ معذرت کے ساتھ! میں آپ کو چھو نہیں سکتا، یہ ہاتھ میری بیوی کی امانت ہے اور یہ صرف اسے ہی چھو سکتا ہے۔

یہ سن کر وہ لڑکی زمین پر لیٹ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور روتے ہوئے بولی کہ اے کاش! یورپ کا نوجوان بھی اسی طرح ہوتا تو آج ہم بھی کتنی خوش ہوتیں۔ پھر بولی کہ واہ کتنی ہی خوش نصیب ہے وہ لڑکی جس کے تم شوہر ہو۔ یہ کہہ کر وہ لڑکی وہاں سے چلی گئی۔

میں نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ ''بانو! آج یہ نوجوان اپنے عمل سے وہ تبلیغ کر گیا جو کئی کتابیں لکھنے سے بھی نہیں ہوتی''۔ بے شک عزت اور سر بلندی اسلام میں ہی ہے۔''میرا جسم میری مرضی کا نعرہ لگانے والی'' جاؤ یورپ میں عورت کا حال دیکھو اور خدا کا شکر ادا کرو تم ایک مسلمان پیدا ہوئی ہو۔

تعلیم وتربیت

بیٹوں کی تربیت کے لئے چند رہنما اصول

بیٹوں کی تربیت ایک مشکل اور تھکا دینے والا کام ہے۔ اکثر والدین اولاد کی سرکشی کی وجہ سے شدید دکھ اور تکلیف میں بھی مبتلا ہو جاتے ہیں۔

اس سلسلے میں ابن القیم الجوزی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''بے شک گناہوں میں سے کچھ گناہ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا کفارہ انسان کو اولاد کی طرف سے ملنے والے غم کے سوا کچھ نہیں ہوتا! تو خوشخبری ہے اس کے لیے جو اپنے بیٹوں کی تربیت کا اہتمام اس طریقے پر کرتا ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پسند اور رضا کا ہے اور خوشخبری ہے اس کے لیے جس کے لیے اولاد کی تربیت میں تکلیف اٹھانا اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ لہذا اگر تم اپنے بیٹوں میں کوئی ایسی بات دیکھو جو تمہیں ان کی تربیت کے معاملہ میں تھکا دیتی ہو تو اپنے رب سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرو''۔

مقاتل بن سلیمان رحمہ اللہ جب منصور عباسی خلیفہ کے پاس آئے، جس دن ان کی خلافت پر بیعت کی گئی تو منصور نے ان سے کہا: ''اے مقاتل! مجھے کچھ نصیحت کیجئے''۔

مقاتل کہنے لگے: ''کیا میں تمہیں (اس میں سے) نصیحت کروں جو میں نے دیکھا یا (اس میں سے) جو میں نے سنا؟ منصور نے کہا: ''اس میں سے جو آپ نے دیکھا ہے''۔

مقاتل نے کہا: ''سنو اے امیر المومنین! عمر بن عبدالعزیز کے گیارہ بیٹے تھے اور وہ صرف اٹھارہ دینار چھوڑ کر فوت ہوئے جن میں سے پانچ دینار کا وہ کفن دیئے گئے اور چار دینار سے ان کے لیے قبر خریدی گئی اور باقی دینار ان کے بیٹوں میں تقسیم کر دیئے گئے۔ اور ھشام بن عبدالملک کے ہاں بھی گیارہ لڑکے تھے جب اس کا انتقال ہوا تو اس نے ترکہ میں ہر لڑکے کے حصے میں دس لاکھ دینار چھوڑے۔ اللہ کی قسم! اے امیر المومنین میں نے ایک ہی دن عمر بن عبدالعزیز کے ایک بیٹے کو دیکھا وہ اللہ کی راہ میں سو گھوڑے صدقہ کر رہا تھا اور ھشام کے بیٹے کو دیکھا وہ بازاروں میں بھیک مانگ رہا تھا!!

جب عمر بن عبدالعزیز بستر مرگ پر تھے تو لوگوں نے ان سے پوچھا:

اے عمر! تم اپنے بیٹوں کے لیے کیا چھوڑے جا رہے ہو؟

انہوں نے فرمایا: ''میں نے ان کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا تقوی چھوڑا ہے، پس اگر وہ نیکوکار ہوئے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نیکوکاروں کا دوست ہے اور اگر وہ اس کے علاوہ کچھ اور ہوئے تو میں ان کے لیے وہ مال ہرگز نہ چھوڑوں گا جو وہ اللہ کی نافرمانی کے کاموں میں ان کا مددگار بنے''۔

یہ بہت قابل غور بات ہے کہ عموماً لوگ مال جمع کرنے کے لیے سخت محنت اور مشقت کرتے ہیں اور اپنی اولاد کا مستقبل محفوظ کرنے کے لیے بڑے پیمانے پر کوششیں کرتے ہیں کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی موت کے بعد ان کی اولاد کے پاس مال ہوگا تو ہی وہ خوش حال رہیں گے اور امن میں ہوں گے جبکہ وہ اس سے زیادہ بڑے امان، جو کہ اللہ کا تقویٰ ہے، اس سے غافل رہتے ہیں اور اپنی اولاد کو تقویٰ کا توشہ نہیں دیتے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے کہ: وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا (النساء:۹) اور لوگوں کو اس بات کا خیال کر کے ڈرنا چاہیے کہ اگر وہ اپنے پیچھے بے بس (ناتواں) اولاد چھوڑتے تو مرتے وقت انہیں اپنے بچوں کے حق میں کیسے کچھ اندیشے لاحق ہوتے پس چاہئے کہ وہ اللہ کا تقویٰ اختیار کریں اور اس بات کی تلقین کریں جو درست ہو۔

ایک آدمی جب اپنے کسی بیٹے میں اخلاقی زوال دیکھتا تو صدقہ کرتا اور لوگوں کو کھانا کھلاتا اور اس آیت کی تلاوت کرتا: خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا ''ان سے ان کے مالوں میں سے صدقہ لے کر ان کو پاک کیجئے اور اس سے ان کا تزکیہ کیجئے''۔ اور دعا کرتا ہے کہ اے اللہ میرا یہ صدقہ کرنا اس لیے ہے کہ میرے بیٹے کا اخلاقی تزکیہ ہو جائے کیونکہ اس کا یہ بگاڑ مجھ پر اس کی جسمانی بیماری سے زیادہ بھاری ہے۔

اسی طرح ایک اور شخص کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ غربت کی زندگی گزارنے کی وجہ سے جب وہ صدقہ کرنے کے لیے کچھ نہ پاتا اور اس کا بیٹا اس کو ستاتا تو وہ رات کو قیام اللیل میں سورۃ البقرۃ پڑھ کر دعا کرتا اور یوں کہتا کہ اے اللہ! یہ میرا صدقہ ہے تو مجھ سے قبول کر لے اور اس کی وجہ سے میرے بیٹے کی اصلاح فرما دے

اپنے بیٹوں کی اصلاح کی نیت سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف عبادت کے ذریعے رجوع کریں۔ اگر انہوں نے تمہاری کوششوں کو مغلوب کر بھی لیا تو وہ تمہاری نیتوں کو ہرگز مغلوب کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا اے پروردگار! ہمیں ہماری بیویوں کی طرف سے (دل کا چین) اور اولاد کی طرف سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقین کا امام بنا۔

اصلاحی مضامین

افراط وتفریط

از: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ

اس وقت ملک بھر میں سی اے اے، این پی آر اور این آر سی کے سلسلہ میں جو احتجاج ہو رہا ہے، وہ انصاف اور حق کی جنگ ہے، سی اے اے ایک نا منصفانہ، دستور کی روح کے مغائر اور امتیاز پر مبنی قانون ہے، جس کی آخری منزل این آر سی ہے، جو این پی آر کے راستہ سے گذر کر اپنی منزل تک پہنچتا ہے؛ اس لئے بلا امتیازِ مذہب و فرقہ ملک کے تمام عوام کا فریضہ ہے کہ وہ پُرامن طور پر قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے اس احتجاج کو تقویت پہنچائے، اور جب تک یہ ظالمانہ قانون واپس نہیں لے لیا جائے احتجاج جاری رکھیں، جو لوگ اور بالخصوص جو بہنیں اس احتجاج میں شامل ہیں، وہ مبارک باد کے مستحق ہیں اور ظلم کو روکنے کے لئے جہاد کر رہے ہیں۔

یہ بہت خوشی کی بات ہے کہ انصاف کی اس لڑائی میں تمام مذاہب کے ماننے والے شانہ بہ شانہ اور قدم بہ قدم کھڑے ہیں، آزادی کی لڑائی میں بھارت کے تمام لوگوں کا جو اتحاد دیکھا گیا تھا، وہی خوشگوار منظر آج پورے ملک میں شہر شہر اور قصبہ قصبہ دیکھا جا سکتا ہے، اللہ تعالیٰ اس رواداری اور بھائی چارے کو ہمیشہ قائم رکھے اور پیار و محبت کا یہ جذبہ نفرت کی اُس آگ کو بجھا کر رکھ دے جسے فرقہ پرستوں نے گزشتہ ستر سال میں سلگایا اور بھڑکایا ہے۔

مختلف مذاہب کے ماننے والوں کی باہمی یگانگت کا ایک منظر یہ بھی سامنے آیا کہ حکومت کے اس ظالمانہ رویہ کے ناکام ونامراد ہونے کے لئے ان سب نے اپنے اپنے طریقہ پر دعاء و پَرارتھنا کی اور عبادت اور پوجا کے عمل کو انجام دیا، ایک ہی شامیانہ میں ہر طبقہ نے اپنے اپنے ڈھنگ سے خدا کے حضور التجا کی، اس میں کوئی حرج نہیں ہے؛ مگر ایک بے اعتدالی یہ سامنے آئی کہ بعض مسلمان غیر مسلم بھائیوں کے ساتھ ان کے ہَوَن اور کیرتن میں شامل ہو گئے اور ایک مذہبی پہچان کے طور پر پیشانی پر جو قشقے لگائے جاتے ہیں، وہ بھی لگائے، یہ اتحاد نہیں ہے، انضمام ہے، اتحاد کے معنیٰ یہ ہیں کہ آپ اپنے وجود اور اپنی شناخت کو باقی رکھتے ہوئے دوسرے کے وجود کو تسلیم کریں، ان کا احترام کریں، ان کے مذہبی افعال کی بے احترامی اور مذہبی مقدسات کی اہانت سے بچیں، یہ باہمی رواداری ایک ایسے سماج میں اتحاد کی بنیاد ہے، جس میں مختلف مذہب اور فکر کے ماننے والے

*ناظم المعهد العالی الاسلامی حیدرآباد

لوگ رہتے ہیں اور خود اللہ تعالیٰ نے ملے جُلے سماج کے لئے اس کی رہنمائی فرمائی ہے: لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ (الکافرون: ۶)۔

انضمام یہ ہے کہ آپ اپنے وجود کو گُم کر کے اور اپنی پہچان کو ختم کر کے دوسروں کے ساتھ ضم ہو جائیں، ایسا کرنا ایک طرح کا تضاد اور نفاق ہے کہ ہم عقیدۂ توحید کا اقرار بھی کریں اور شعائر کفر کو بھی قبول کر لیں، اور مشرکانہ افعال کو خوشی خوشی انجام دیں، یہ ایک دکھاوا تو ہو سکتا ہے، سچائی اور حقیقت پسندی نہیں ہو سکتی؛ اس لئے نہ عقل ہمیں اس کی اجازت دیتی ہے، نہ اسلام اس کو گوارا کرتا ہے، اور نہ اتحاد کے لئے اس طرز عمل کی ضرورت ہے، اسلام کا نقطۂ نظر بالکل واضح ہے کہ ہمیں دوسرے مذاہب کی بے احترامی سے تو منع کیا گیا ہے۔ (الانعام: ۱۰۸) لیکن اس بات سے بھی منع کیا گیا ہے کہ ہم اپنی پہچان کو مٹا کر ان کی پہچان اختیار کر لیں؛ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیر مسلموں کی شناخت کو اپنانے سے منع فرمایا، جس کو حدیث میں ''تشبہ'' کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو دوسری قوم کی شناخت اختیار کر لے، وہ ہم میں سے نہیں ہے: لیس منا من تشبه بغيرنا (سنن الترمذی: ۵/۵۶)۔ یہی مضمون الفاظ کے فرق کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: من تشبه بقوم فهو منهم (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۴۰۳۱)

یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اسلام کا یہ حکم شدت پسندی پر مبنی ہے، نہیں؛ بلکہ یہ حقیقت پسندی پر مبنی ہے، جیسے اسلام نے مسلمانوں کو اس بات سے منع کیا ہے کہ وہ کسی مشرکانہ فعل میں شامل ہو جائیں، اسی طرح اسلام نے ان لوگوں کو جو اسلام پر یقین ہی نہیں رکھتے ہوں، اس بات کا حکم نہیں دیا ہے کہ وہ اسلامی عبادات کو انجام دیں، جب تک کوئی شخص ایمان نہ لے آئے، نہ اس پر نماز فرض ہے، نہ روزہ، نہ حج وزکوٰۃ، ایسا بھی نہیں ہے کہ یہ عبادتیں ان کے لئے فرض نہ ہوں؛ مگر مستحب ہوں؛ بلکہ اگر وہ نماز میں شامل ہو جائیں اور جذبۂ عقیدت یا مسلمانوں سے رواداری کے اظہار کے تحت افعالِ نماز کو انجام دیں، تب بھی اس کا کوئی اعتبار نہیں؛ اس لئے مسلمانوں کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ غیر مسلم بھائیوں سے مطالبہ کریں کہ وہ ان کے ساتھ نماز میں شریک ہو جائیں، بعض دفعہ مسلمان غیر مسلم قائدین کو ٹوپی پہناتے اور رومال اوڑھاتے ہیں، یہ ایک احمقانہ فعل ہے، نہ مسلمانوں کو اس کا کوئی فائدہ پہنچے گا، نہ اس غیر مسلم بھائی کو؛ بلکہ اس کا نقصان یہ ہوگا کہ جب آپ کا کوئی لیڈر اُن کے درمیان جائے گا تو وہ اس کو قشقہ لگائیں گے، مورتیوں کے سامنے ان سے ہاتھ جوڑوائیں گے، اس وقت آپ کو اعتراض ہوگا؛ اس لئے نہ خود مداہنت کا راستہ اختیار کرنا چاہئے اور نہ دوسروں کو اس کی دعوت دینی چاہئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعض رفقاء کو اسلام کی دعوت پیش کرنے کے لئے یمن بھیجا اور ان کو ہدایت دی کہ ان کو ایمان کی دعوت

دینا، اگر وہ ایمان لے آئیں تب ان کو نماز کی دعوت دینا (بخاری، حدیث نمبر:۱۴۹۶) گویا ایک اصول واضح کر دیا گیا کہ جو لوگ ابھی ایمان کے دائرے میں نہیں ہیں، ان کو احکام شریعت کی دعوت دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ تو اِس احتجاج کا ایک پہلو ہے، دوسرا پہلو یہ ہے کہ اطلاعات کے مطابق بعض مردوں اور عورتوں نے ''لا الٰہ الا اللہ'' کا نعرہ لگانا شروع کر دیا، اور خلافت قائم کرنے کی باتیں کرنے لگے، یہ بھی نہایت نادانی اور ناسمجھی کی بات ہے، بظاہر یہ سی اے اے کے حامیوں کی طرف سے کی جانے والی سازش ہے، جس کا مقصد ہندو مسلم اتحاد کے جذبہ کو پارہ پارہ کرنا اور احتجاج کو مسلمان بمقابلہ ہندو بنانا ہوسکتا ہے، کسی بات کے درست ہونے کے لئے یہ بات کافی نہیں ہے کہ وہ بات درست اور جائز ہو؛ بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ درست موقع پر کہی گئی ہو، بعض دفعہ اچھی بات غلط موقع پر کہی جاتی ہے تو اس کا نقصان غلط بات کہنے سے بھی بڑھ جاتا ہے، جب خلیفۂ راشد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اہل شام کے درمیان جنگ ہوئی اور یہ فیصلہ کن مرحلہ میں پہنچ گئی اور اہل شام شکست سے دو چار ہونے لگے تو ایک گروہ اپنے نیزوں پر قرآن مجید اُٹھا لیا۔

اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ اس جنگ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر تھے، اگر یہ جنگ جاری رہتی اور اہل شام ہتھیار ڈال دیتے تو شاید یہ لڑائی ختم ہو جاتی، اس معاملہ کے طول پکڑنے کی وجہ سے مسلمانوں کا جو جانی و مالی نقصان ہوا، وہ تو ہوا ہی، فکر و اعتقاد کے اعتبار سے بھی اس جنگ نے امت مسلمہ کو بڑا نقصان پہنچایا اور بعض گمراہ فرقے وجود میں آ گئے، غور کیجئے کہ قرآن مجید سے مقدس اور کیا کتاب ہوگی، اور قرآن مجید کو اُٹھانا بظاہر ایک نیک جذبہ ہی کا مظہر ہے؛ لیکن اس وقت یہ عمل ایک چال اور سازش کے طور پر کیا گیا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمجھایا کہ یہ ایک چال ہے، اس سے گمراہ نہ ہوں؛ لیکن لوگوں نے مان کر نہیں دیا، پس ایک ایسے وقت میں جب کہ ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی، بودھ اور کمیونسٹ سب مل کر انصاف کی لڑائی لڑ رہے ہیں، کسی گروہ کا اپنے مذہبی نعرہ پر اصرار کرنا دراصل اس احتجاج کو سبوتاژ کرنا ہے؛ اس لئے اس سے مکمل اجتناب ضروری ہے۔

قرآن مجید کا تصور یہ ہے کہ جب آپ غیر مسلموں کے ساتھ مل کر کوئی تحریک چلائیں تو ایسی بات کو اس کی بنیاد بنائیں جو ہمارے اور اُن کے درمیان مشترک ہو: **تعالوا إلیٰ کلمۃ سواء بیننا وبینکم** (آل عمران: ۶۴) اور اس وقت وہ بنیاد ہے: ملک کے دستور کو بچانا اور عوام کے حقوق کی حفاظت کرنا، ملک کا دستور نہ صرف ہمیں جان و مال کا تحفظ دیتا ہے؛ بلکہ دین اور مذہبی حقوق کا بھی تحفظ کرتا ہے، عبادات سے لے کر معاملات اور معاشرت تک ہم اس ملک میں جن شرعی احکام پر عمل کرتے ہیں، اپنے عقیدہ پر قائم ہیں، اور ہم وطن بھائیوں

تک اسلام کی دعوت پہنچاتے ہیں، نیز برادران وطن کی ایک تعداد اپنی مرضی سے ایمان سے بہرہ ور ہوتی ہے، ملک کے چپے چپے میں ہماری دینی درسگاہیں قائم ہیں، گذشتہ دو دہوں میں عصری تعلیم گاہوں کے ایسے سینکڑوں ادارے قائم ہوئے ہیں، جن میں گورنمنٹ کے مقررہ نصاب کے علاوہ دینی تعلیم بھی دی جاتی ہے، اور اسلامی ماحول بھی فراہم کیا جاتا ہے، یہ سب کچھ دستور ہی کی وجہ سے ممکن ہوسکا؛ اس لئے اس تحریک میں حب الوطنی کے نعرے لگنے چاہئیں، اسی جذبہ کا مظہر نغمے گانے چاہئیں، اور ایسی بات کرنی چاہئے کہ اتحاد و اتفاق کو فروغ ہو۔

بھارت جیسے کثیر مذہبی سماج میں خلافتِ اسلامی کا نعرہ لگانا ایک بے موقع اور بے عمل بات ہے، رسول اللہ ﷺ تیرہ سال مکہ مکرمہ میں رہے، جو ملا جلا معاشرہ تھا؛ لیکن کبھی آپ نے خلافت اسلامی کا نعرہ نہیں دیا، مدینہ تشریف لے جانے کے بعد بھی آپ نے یہودیوں کے ساتھ بہتر تعلقات قائم رکھنے کے لئے مشترک ایجنڈہ مقرر فرمایا، جس کو قرآن نے ''کلمۃ سواء'' سے تعبیر کیا ہے، اور اسی اصول پر میثاق مدینہ (مدینہ پیکٹ) طئے ہوا۔

غرض کہ یہ افراط وتفریط ہے، نہ یہ درست ہے کہ رواداری اور محبت کے جذبہ میں اپنے وجود کو گم کر دیا جائے، اور نہ یہ صحیح ہے کہ ایک مشترک تحریک کو اپنے انفرادی نعروں کے ذریعہ کمزور کر دیا جائے، پہلی صورت شریعت کے خلاف ہے اور دوسری صورت اُس حکمت کے خلاف ہے، جس کی قرآن وحدیث میں تعلیم دی گئی ہے، اور جو رسول اللہ ﷺ کا اُسوہ رہا ہے۔



(بقیہ صفحہ ۱۶ سے)

(۲۶) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ پر جب آپ ﷺ نے اپنے رب سے تخفیف کرائی اور نمازیں پانچ کردی گئیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر مشورہ دیا کہ آپ ﷺ مزید تخفیف کرائیے اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اب مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے کہ پھر دوبارہ درخواست کروں، اس طرح واقعہ معراج سے یہ پیغام ملتا ہے کہ بندے اللہ تعالیٰ سے حیا کریں، قرآن وحدیث میں حیا پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔

(۲۷) واقعہ اسراء ومعراج سے مساجد کی اہمیت اور مسلم معاشرہ میں مساجد کا کلیدی کردار سمجھ میں آتا ہے؛ اس لئے کہ یہ سفر مسجد سے شروع ہوا اور مسجد ہی پر اختتام کو پہنچا ایسا اس لئے کیا گیا تا کہ امت پر مساجد کی اہمیت کو اجاگر کیا جاسکے۔

احوال وطن

پروفیسر ولاس کھرات کی طرف سے بھارت مکتی مورچا کا پیغام

اس ملک کے اصل ناگریک (اصل باشندے) مسلمانوں کے نام

بھارت کی اصل سماجی حالت.... ملکی سیاست کی حقیقت.... بھارت میں کیا ہو رہا ہے

تمام سازشوں کی جڑ کیا ہے.... حالات کا رخ.... ہمیں کیا کرنا پڑے گا

بھارت کے اصل ناگریک یعنی اصل باشندے کون؟

حضرت عیسیٰؑ سے ۱۵۰۰ سال پہلے لمبے زمانہ سے بھارت میں ''سندھو گھاٹی اور دراوڑ'' ان دو مذہب کے لوگ آباد تھے، یہی بھارت کے اصل ناگریک (باشندے) ہیں۔ (دیکھئے ویکیپیڈیا)

بھارت کے مسلمان، سکھ اور SC، ST،OBC (مراٹھا، دلت، آدیواسی، تمام پچھڑی اور اچھوت قوموں) کا ڈی این اے DNA (متغیر ہوئے بغیر نسل در نسل منتقل ہونے والا موروثی مادہ) ایک ہے اور سب کی اصل سندھو گھاٹی اور دراوڑ قوم ہے، بعد میں ہم لوگوں نے اپنی اپنی پسند سے الگ الگ مذہب اختیار کئے، اس کی ایک ایک علامت یہ بھی ہے کہ آج بھی مسلمانوں اور SC، ST،OBC (مراٹھا، دلت، آدیواسی، پچھڑی اور اچھوت قوموں) کے خاندانی نام ایک جیسے ہوتے ہیں جیسے دیش مکھ، نائک واڑے، پٹیل وغیرہ، لہٰذا مسلمان، سکھ اور SC، ST،OBC (مراٹھا، دلت، آدیواسی، پچھڑی اور اچھوت قوموں) بھارت کے اصل ناگریک (باشندے) اور وطنی بھائی ہیں۔

بھارت میں برہمنوں (آریہ لوگوں) کا آنا

حضرت عیسیٰؑ سے پہلے کے زمانہ میں بھارت پر برہمن (آریہ) نسل کے لوگوں نے (جو روس کے کالا ساگر نامی جگہ سے بھارت آئے تھے) حملہ کیا اور جیت حاصل کر کے اسی ملک میں اپنی بستیاں بسا لیں، خلاصہ یہ کہ سندھو گھاٹی اور دراوڑ ہی بھارت کے اصل ناگریک ہیں جبکہ برہمن (آریہ) تو روس اور جرمن کی جانب سے بھارت آئے ودیشی لوگ ہیں۔

انگریزی کے مشہور اخبار ٹائمس آف انڈیا نے اپنے ۲۱ مئی ۲۰۰۱ کے شمارے میں بھارت کے لوگوں کے ڈی این اے (متغیر ہوئے بغیر نسل در نسل منتقل ہونے والا موروثی مادہ) کے متعلق تحقیقی رپورٹ شائع کی تھی کہ ''بھارت کے مسلمان، سکھ اور SC، ST،OBC (مراٹھا، دلت، آدیواسی، پچھڑی اور اچھوت قوموں) کا ڈی، این، اے DNA یہاں کی اصل سندھو گھاٹی اور دراوڑ قوم سے میل کھاتا ہے، جبکہ برہمنوں، شتری اور ویش کا ڈی این اے

سندھو گھاٹی اور دراوڑ سے میل نہیں کھاتا بلکہ روس کے لوگوں سے میل کھاتا ہے، لہٰذا برہمن، شتری اور ویش ودیشی ہیں''، برہمن اور وَیش یعنی بَنیا کا DNA ایک ہے جس کا مطلب صاف ہے۔

واشنگٹن کی Biotechnology Dept کے ذمہ دارِ اعلی مائکل بامشاد نے بھارت کے سائنس دانوں کو ساتھ لے کر برہمنوں کے ڈی این اے پر ریسرچ کیا اور اس کا خلاصہ یہ لکھا کہ ''برہمنوں کا ڈی این اے روس کے کالا ساگر نامی جگہ کے لوگوں سے ملتا ہے، لہٰذا وہ وِدیشی ہیں، اصلاً بھارت کے باشندے نہیں ہے''۔

OxfordUniversity کے ایک برہمن پروفیسر راجَن دِکشت نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ''برہمن، روس کی مورواقوم اور یہودیوں کا ڈی این اے ایک ہے یعنی یہ سب ایک اصل اور ایک نسل کے لوگ ہیں۔

بعد میں برہمنوں نے بھارت میں منوسمرتی (ہندو سماجی نظام پر مشتمل کتاب، جو برہمنوں نے خود اپنی طرف سے گھڑی ہے) کے مطابق ذات پات کا نظام قائم کیا اور اس کے ذریعے یہاں کے اصل ناگریکوں کو غلام و مزدور بنا دیا، منوسمرتی تمام لوگوں کو برہمن شَتْرِی، ویش اور شُودر کے نام سے چار کیٹیگری میں تقسیم کرتی ہے، ہندوراشٹر کا بنیادی تصور بھی یہی ہے۔

منوسمرتی کے چار طبقاتی نظام میں سب سے اوپر برہمن آتے ہیں، جن کا کام تعلیم، تربیت اور پوجا پاٹھ کروانا ہے اور وہ انسانوں میں سب سے بہتر لوگ ہیں، یہ برہما کے سر سے وجود میں آئے ہیں، اس کے بعد شتریوں کا درجہ آتا ہے، جن کے ذمے حکمرانی اور فوج ہے، یہ برہما کے بازوؤں سے وجود میں آئے ہیں، تیسرے نمبر پر وَیش ہیں، جن کے ذمہ تجارت اور کاروبار ہیں، یہ برہما کی رانوں سے وجود میں آئے ہیں، سب سے آخر میں شودروں (اچھوت لوگوں) کا نمبر آتا ہے یعنی SC، ST، OBC، سکھ، مسلمان وغیرہ، یہ برہما کے پیروں سے بنے ہیں، ان کے ذمہ مزدوری کے کام اور اوپر کے تینوں طبقات کی سیوا اور خدمت کرنا ہے۔

منوسمرتی کے ظالمانہ ذات پات کے نظام کے ذریعے برہمنوں نے اس ملک کے اصل ناگریک یعنی OBC، SC، ST وغیرہ کو شودر اور اچھوت بنا کر تعلیم حاصل کرنے سے محروم کر دیا، مال وجائیداد کے متعلق حقوق چھین لئے اور ظلم وستم کے وہ پہاڑ ڈھائے کہ اِیشوَر ہی بچائے، انہیں جانوروں سے بدتر زندگی گذارنے پر مجبور کر دیا (ہندو سماج کے اِتہاس کو پڑھنے والے اس کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں اور منوسمرتی کو پڑھنے سے بھی اس کا اندازہ ہو جاتا ہے)

ہم SC، ST، OBC، وغیرہ ہندو نہیں ہے..... ہندو لفظ کی حقیقت

بھارت میں ۴۰۰۰ سے زیادہ ذات کے لوگ رہتے ہیں اور ان میں برہمنوں کے علاوہ کوئی بھی ہندو نہیں ہے، خود کو اقلیت (Minority) کی بجائے اکثریت (Majority) والی قوم ثابت کرنے اور سیاسی اعتبار سے بڑا ووٹ بینک بنا کر حکومت کرنے کے لئے یہ ''ہندو'' لفظ برہمنوں نے اپنی طرف سے ایجاد کیا، بات یہ ہے کہ بھارت میں صرف

3 سے 4 فیصد ہی برہمن ہیں اور وہ اس ملک کی سب سے چھوٹی اقلیت ہے، انہوں نے بڑی چالاکی سے ہندو لفظ ایجاد کرکے SC، ST،OBC (مراٹھا، دلت، آدیواسی، تمام پچھڑی اور اچھوت قومیں، جو اس ملک میں 60 فیصد سے زیادہ ہیں) کو یقین دلایا کہ تم ہندو ہو اور ہم ایک ہیں SC، ST،OBC نے بھی ان کی یہ بات مان لی کہ وہ ہندو ہیں اور نتیجتاً ملک کی سب سے چھوٹی اقلیت برہمنوں نے دھوکے اور جھوٹے پروپیگنڈے کے ذریعے خود کو سب سے بڑی اکثریت بنالیا، ورنہ لفظِ ہندو نہ برہمنوں کی کتابوں چاروں وَید میں ہے، نہ اپنشد، پرانوں میں ہے اور نہ رامائن، بھگوت گیتا میں، ''ہندو'' کسی بھارتی زبان کا لفظ بھی نہیں ہے۔

ہم آپ کو صاف طور پر اعلان کرکے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہم SC، ST،OBC (مراٹھا، دلت، آدیواسی، پچھڑی اور اچھوت قومیں) ہندو نہیں ہیں، ہمیں کوئی بھی ہندو نہ سمجھے، SC، ST،OBC کے بہت سے لوگ اب بھی برہمنوں کے جال میں پھنس کر خود کو ہندو سمجھتے ہیں، ہم انہیں بھی اس دھوکے سے نکالنے کی پوری کوشش کررہے ہیں، اِیشوَر کی کرُ پا سے اس وقت بھارت مُکتی مورچا کی 67 تنظیمیں ہیں اور 13 ملکوں میں اس کا کام چل رہا ہے، ہمارے ملک بھارت میں بھی ہر صوبے میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ اس سے جڑ گئے ہیں اور کام تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے، یہی کام اب ہمیں ساتھ مل کر کرنا ہے، ہمیں آپ کی مدد چاہیے، ہم سب ''مُلنِواسی'' یعنی بھارت کے اصل باشندے اور بھائی بھائی ہیں، ہم بھارت میں 85 فیصد ہیں، سب سے بڑی اکثریت ہیں، جبکہ برہمن یہاں کی سب سے چھوٹی اقلیت اور وِدیشی ہیں۔

نوٹ: چالاک برہمن ہر کچھ دنوں بعد کوئی مذہبی معاملہ یا مسلمانوں یا دیش بھکتی کے متعلق کسی بات کو اچھال کر SC، ST،OBC کے لوگوں کو جذباتی طور پر ہندو بنائے رکھتے ہیں، وہ کوئی نہ کوئی ایسی حرکت کرتے۔ کرواتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے ہم اس ملک کے اصل ناگریک یعنی SC، ST،OBC کے لوگ اور مسلمان آپس میں لڑتے رہیں اور نتیجتاً SC، ST،OBC کے لوگ مسلمانوں کے مقابلے میں خود کو جذباتی طور پر ہندو سمجھتے رہیں، جب کہ حقیقتاً وہ ہندو نہیں ہے، برہمنوں کی اس چال کو ہمیں اچھی طرح سمجھنا پڑے گا اور کسی طرح بھی ہمارے اتحاد کو کمزور ہونے سے بچانا ہوگا۔

ہوشیار! نام لئے بغیر بھارت میں دوبارہ منوسمرتی لائی جارہی ہے

NRC،CAA اور NPR کے نام سے درحقیقت اس ملک میں دوبارہ منوسمرتی والا نظام لانے کی کوشش ہورہی ہے، ان سارے کالے قوانین کا مقصد یہی ہے کہ بھارت کے اصل باشندوں یعنی مسلمان، سکھ اور OBC، SC،ST وغیرہ کو دوبارہ شُودر وا چھوت بنادیا جائے، وہ اس ملک میں صرف غلام ومزدور بن کر رہیں، ان کے وہ تمام حقوق جو انہیں دستور دیتا ہے، چھین لئے جائیں، کیونکہ یہ تمام لوگ ان کی نظر میں اچھوت ہیں، ان تمام کالے قوانین کا

نتیجہ یہی نکلے گا کہ کروڑوں اچھوت، آدیواسی، دلت اور پچھڑی قوموں (جو عام طور پر بے پڑھے لکھے ہوتے ہیں) کو کاغذات نہ ہونے کی بنیاد پر ڈیٹینشن کیمپس میں جانا پڑے گا، اسی کا شکار کروڑوں مسلمان ہوں گے، اس طرح ایسے سب لوگ ایک جھٹکے میں ملک کے اصل شہری کی بجائے مہاجر اور شرنارتھی بن جائیں گے اور شرنارتھی کا مطلب آپ ووٹ کا حق نہیں رکھتے، آپ کی مال وجائیداد پر حکومت کا قبضہ، آپ نہ سرکاری اسکولوں میں تعلیم حاصل کر سکتے ہیں اور نہ کوئی سرکاری ملازمت کر سکتے ہیں اور پھر برسوں تک عدالتوں کے چکر کاٹ کو خود کو بھارتی شہری ثابت کرتے رہو، شرنارتھیوں سے محنت ومزدوری کے کام لئے جاتے ہیں، ان قوانین کا خلاصہ یہ ہے کہ ''اے اس ملک کے اصل باشندوں تم اچھوت بن کر جیو، جانوروں کی طرح زندگی گذارو، ہم ودیشی یہاں کے اصل ناگریک، بلکہ حکمراں بنیں گے اور یہاں کے اصل ناگریکوں کو ویشی بنادیں گے۔

CAA، NRC،NPR ملک کے دستور کو مٹانے کی خطرناک سازش

منوسمرتی کو اس ملک میں لاگو کرنے میں سب سے بڑی آڑ اس ملک کا دستور ہے، منوسمرتی برہمن کو سماج، بلکہ تمام انسانوں میں سب سے بہتر بناتی ہے، جبکہ ملک کا دستور مسلمانوں، سکھ اور SC، ST،OBC وغیرہ کو برابری کے حقوق عطا کرتا ہے اور اچھوت اور پچھڑی قوموں کو رعایتی حقوق، ریزرویشن مہیا کراتا ہے، دستور برہمنوں کے گلے کی ہڈی ہے، اب وہ لوگ حقوق کے محافظ دستور کو مٹادینا چاہتے ہیں، اب تک مختلف چالوں اور سازشوں کے ذریعے بھارت میں منوسمرتی والا نظام لانے کی کوشش ہوتی رہی لیکن اب علی الاعلان منوسمرتی کو لانے کی تیاری کی جارہی ہے۔

یہ قانون کہ سرکاری اسکولوں میں آٹھویں تک کسی بھی بچے کو فیل نہیں کیا جائے گا، اسی ذہنیت کا ایک حصہ ہے، کیونکہ سرکاری اسکولوں میں عموماً برہمنوں کے بچے نہیں پڑھتے، SC، ST،OBC، مسلمان اور سکھ بچے ہی پڑھتے ہیں، جب فیل نہیں ہونا تو پڑھیں گے کیوں؟ ان کی بنیاد ہی کمزور ہوجائے گی تو صلاحیتیں کیونکر پیدا ہوگی، نتیجتاً انہیں پوری زندگی ناکامی وبے کاری کا سامنا کرنا پڑے گا، مزدوری وغلامی والی زندگی ہی ان کا مقدر بن جائے گی جوکہ بالکل منوسمرتی کے سوچ کے مطابق ہے۔

اس وقت سارا ملک بری طرح مندی کا شکار ہے، مارکیٹ کی حالت بہت ہی خراب ہے، لیکن ان حالات میں بھی امبانی، اڈانی اور امت شاہ کے بیٹے جے شاہ کی دولت میں بہت تیزی سے اضافہ ہوتا جارہا ہے، کیوں؟؟؟ اس لئے کہ منوسمرتی کے مطابق تیسری کیٹیگری وَیش، بَنیا ہی تجارت وکاروبار کے اصل حقدار ہیں، تمام پبلک سیکٹرز انہی وَیش، بَنیوں کو بیچے جارہے ہیں، گویا منوسمرتی کے مطابق ان کا حق ان کو دیا جارہا ہے، اس شرط کے ساتھ کہ ہم تمہیں تمہارا مقام دے رہے ہیں، اب تمہاری ذمہ داری ہوگی کہ تم پیسوں کی فنڈِنگ کر کے ہم برہمنوں کو تمام انسانوں میں سب سے بہتر مقام پانے میں تعاون کرو، اسی ملی بھگت کے نظریہ پر کام ہورہا ہے، حکومت، عدالتوں، کرکٹ ٹیم، فلمی دنیا، سرکاری

بڑے عہدوں پر زیادہ تر برہمنوں کا ہی قبضہ ہے اور آر ایس ایس تنظیم کے صدر بھی ہمیشہ برہمن ہی ہوتے ہیں، یہ خاص ذات کے برہمن ہوتے ہیں، جنہیں ’’چتپاوَن برہمن‘‘ کہا جاتا ہے، یہ پونہ سے سانگلی تک کے علاقہ میں زیادہ تر پائے جاتے ہیں، کوئی بھی غیر برہمن اس تنظیم کا صدر نہیں ہوسکتا (آر ایس ایس اس وقت بھارت میں موجود تمام خرابیوں کی جڑ ہے، ساری برائیوں کا جنم اسی سے ہوتا ہے، بی جے پی بھی اسی کی ناجائز پیدائش ہے، اس کی بنیاد یہودیوں کے کہنے پر 1925 میں رکھی گئی تھی، اس کا مقصد برہمنوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرکے ان کے برتری والے نظام یعنی منوسمرتی کو بھارت میں لاگو کرنا ہے، اس کے خیالات اسرائیل کی تنظیم موساد سے بہت زیادہ قریب ہیں، بھارت کو ایک بہتر ملک بنانے کے لئے ہمیں اس کو اور اس کی سوچ کو ہرانا بہت ضروری ہے، اس کا علاج یہی ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ ایس سی، ایس ٹی، او بی سی کے لوگوں کو حقیقت سمجھا کر ان میں جاگرکتا اور بیداری لائیں، یہی آر ایس ایس ہم ایس سی، ایس ٹی، او بی سی کے لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا کر جذباتی طور پر ہندو بنانے اور ان سے لڑانی کا کام کرتی ہے، اب دستور کو ختم کرنے کی ہر ممکن سازش و کوشش اس کی طرف سے کی جارہی ہے)

دستور کے خاتمہ کے لئے ہی CAA، NRC،NPR کو لایا گیا ہے، کیونکہ ان کے لاگو کرنے کے بعد جو باہر ہوجائیں گے وہ مہاجر و پناگزیں بن جائیں گے اور جو اندر رہیں گے وہ ہندو کے نام سے رہیں گے، اب دستور ریزرویشن اور رعایتی حقوق SC، ST،OBC کے نام پر دیتا ہے، نہ کہ ہندو نام پر، مطلب یہ کہ یکلخت دستور کے وہ سارے ایکٹ جو SC، ST،OBC سے متعلق ہیں، ختم ہوجائیں گے اور دستور خود بخود اپنی قیمت کھودے گا۔

اور پھر CAA ایکٹ خود دستور کے بنیادی حقوق کو پامال کرتا ہے اور آرٹیکل 14 کے مخالف ہے، دستور کے آرٹیکل 14 میں ہے کہ ’’ملک کی حکومت کسی بھی شہری کے ساتھ مذہب، اصل، خاندان، ذات، جنس، مقام پیدائش یا ان میں سے کسی بھی ایک کی بنیاد پر امتیازی سلوک نہیں برتے گی‘‘۔

ان تمام ظالمانہ قوانین میں دستور کو مٹانے کی کوشش اور سازش بھی چھپی ہے جسے ہمیں اچھی طرح سمجھنا ہوگا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ان کا اصل اور بڑا ٹارگیٹ یہاں کے اصل باشندوں کو ووٹ کے حق سے محروم کردینا ہے، کیونکہ NPR میں والدین کا مقام پیدائش اور تاریخ پیدائش بھی پوچھی جائے گی، اور والدین کے کاغذات میں چھوٹی سی بھی غلطی ہو تو این پی آر کے لئے آنے والے نمائندوں کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ کسی کے بھی بارے میں مشکوک شہری (Doubtful citizen) لکھ دیں، آگے چل کر ایسے لوگوں سے والدین کے کاغذات مانگے جائیں گے اور نتیجتاً ووٹ کا حق چھین لیا جائے گا۔

ایک دھوکہ یہ دیا جارہا ہے کہ این پی آر کا مقصد لوگوں تک اسکیمیں اور سہولتیں پہنچانا ہے، جب کہ یہ بالکل جھوٹ بات ہے، کیونکہ این پی آر میں آمدنی (Income) کے بارے میں کوئی سوال نہیں ہے اور نہ اس کا سوال ہے کہ آپ

خطِ افلاس(Poverty Line) کے نیچے ہیں یا اوپر، لہٰذا یہ بات بھی بی جے پی کے دیگر جملوں کی طرح ہی محض ایک فریبی جملہ ہے۔

این آرسی چاہیئے، لیکن ڈی این اے کی بنیاد پر

ہمارا مطالبہ یہ کہ ڈی این اے کی بنیاد پر این آرسی لائی جائے تا کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجائے کہ کون اس دیش کا اصل ناگریک ہے اور کون وِدیشی۔

انڈیا جس کا دوسرا نام بھارت ہے.......India That Is Bharat

ہمارے ملکی دستور کے آرٹیکل نمبر 1 میں لکھا ہے'' India That Is Bharat'' یعنی انڈیا جسے بھارت کہتے ہیں، ہمارے ملک کا دستوری نام''انڈیا'' یا''بھارت'' ہے، لہٰذا ہمیں ہمارے ملک کو''انڈیا'' یا''بھارت'' کہنا چاہئے؛ نہ کہ''ہندوستان''۔ اس لفظ کے ذریعے برہمنوں کی چال کوشہ ملتی ہے اور وہ صرف ۳ فیصد اقلیت میں ہونے کے باوجود خود کو اکثریت ثابت کرنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں، ہمیں ان کے پروپیگنڈہ کا حصہ نہیں بننا چاہئے۔

اس ملک کے اصل مسائل پر بات ہو.......ان سے دھیان ہٹانے کے لئے لوگوں کو نان ایشوز میں نہ الجھایا جائے:

اس وقت اس ملک کا اصل ایشو بے روزگاری ہے، کسانوں کی خودکشی ہے، بڑھتی ہوئی مہنگائی ہے، جی ڈی پی کا گرنا ہے، ریزور بینک میں موجود ریزو ایک لاکھ پچھتر ہزار کروڑوں روپیوں کا(جو آڑے وقت لئے ہوتے ہیں) نکال لینا ہے، اب مزید 45 ہزار کروڑ کا قرضہ لینا ہے، نوکریوں کا نہ ملنا ہے، پبلک سیکٹرز کا بیچا جانا ہے، ہزاروں کروڑ لے کر بھاگنے والے لوگوں کا محاسبہ ہے، ملک میں مَندی اور امت شاہ کے بیٹے جے شاہ کی چاندی ہے یعنی اس کی جائیداد کا تیزی سے بڑھنا ہے، ہر سال 2 کروڑ نوکریوں، 15 لاکھ کے وعدے اور تمام چناوی وعدوں، خاص طور پر''سب کا ساتھ سب کا وکاس'' کے بارے میں سوال ہے، ان ساری چیزوں سے دھیان ہٹا کر ملک کو نان ایشوز میں الجھایا جارہا ہے، ہم حکومت سے ان تمام باتوں پر جوابدہی کے طلبگار ہیں، اور ٹی وی چینلز سے بھی کہنا چاہتے ہیں کہ وہ ملک کے اصل ایشوز پر بات اور ڈبیٹس کریں، کرائیں نہ کہ گودی میڈیا بن کر نان ایشوز میں ملک کو الجھائیں۔

ہماری ذمہ داری...........اب ہمیں کیا کرنا ہے؟

مسلمان، سکھ اور SC ، ST، OBC وغیرہ ہم سب اس ملک کے اصل ناگریک اور اصلاً بھائی بھائی ہیں، برہمن، شَتری وَیش وِدیشی ہیں اور اس ملک کی چھوٹی چھوٹی اقلیتیں ہیں؛ لیکن وہ''پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو'' والا

فارمولا اپنا کر ہم پر حکومت کر رہے ہیں ،انہوں نے اس ملک کے ہم اصل باشندوں میں غلط فہمیاں پھیلا کر ہمیں ایک دوسرے سے دور کر دیا، اب ہمیں ایک ساتھ آنا ہیں، مظلوموں اور بھارت کے اصل باشندوں کا ایک نیا اتحاد بنانا ہے اور متحد ہو کر اس ملک اور اس کے دستور کو بچانا ہے، اس کام میں ہمیں آپ کا مکمل ساتھ اور پوری پوری مدد چاہئے ،مظلوم مظلوم کا بھائی ہوتا ہے، پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا تھا کہ ''اپنے بھائی کی مدد کرو، ظالم ہو یا مظلوم یعنی ظالم کو ظلم سے روکو، یہ اس کی مدد ہے اور مظلوم کی حمایت میں کھڑے رہو، یہ اس کی مدد ہے، آپ تو آزادی کے بعد مظلوم بنے ،ہم OBC، ST، SC کے لوگ لمبے زمانہ سے مظلوم ہیں، ہم آپ سے مدد کی گہار لگا رہے ہیں۔

آیئے ہم ساتھ مل کر عہد کرتے ہیں کہ اب ہم کسی طرح اس ملک کے اصل باشندوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کریں گے اور وِدیشی پنجوں سے اس ملک کو دوبارہ آزاد کرائیں گے۔

1947ء میں ہمارا ملک بھارت آزاد نہیں ہوا تھا بلکہ ایک وِدیشی انگریز، دوسرے وِدیشی برہمن کے ہاتھوں میں یہ ملک سونپ گئے تھے، ہم نے ساتھ ملک کر ہی پہلے وِدیشی ،انگریزوں سے ملک کو آزاد کرایا تھا اور اب دوسری جنگ آزادی بھی ہمیں ساتھ مل کر ہی لڑنا ہوگی ،ہم پہلے بھی ودیشیوں کو بھگانے میں کامیاب ہوئے تھے اور اب بھی ہوں گے، ہم مظلوم ہیں اور مظلوم کے ساتھ اِیشوَر کی مدد ہوتی ہے جس کے ساتھ اِیشوَر کی مدد ہو اسے کوئی بھی مات نہیں دے سکتا، آپ کے وطنی بھائی آپ کو پکار رہے ہیں، کیا آپ اس کے لئے تیار ہیں؟

اپنے اپنے مذہب کی پوری پابندی کرتے ہوئے ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ آنا ہے:

ہمارے اتحاد کی بنیاد ''ظلم کا خاتمہ اور انصاف والا نظام'' لانا ہے، بام سیف ، بھارت مکتی مورچا، بہوجن کرانتی مورچا اپنی 67 تنظیموں کے ساتھ اس کام میں لگا ہوا ہے، OBC، ST ، SC کے بہت سے لوگ اب بھی برہمنوں کے دھوکے میں آکر خود کو ہندو سمجھتے ہیں ،ہم انہیں بھی اس دھوکے سے نکالنے کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں، فی الحال ہزاروں الگ الگ مذہب سے تعلق رکھنے والے ہم مُلنواسی لوگ، ساتھ مل کر آگے بڑھ رہے ہیں۔

اس کام کے لئے اور بھارت مکتی مورچا، بہوجن کرانتی مورچا کے ساتھ مل کر کام کرنے کے لئے مسلمانوں کا ایک الگ پلیٹ فارم علماء اور مولانا حضرات کی سرپرستی میں بنا ہوا ہے جس کا نام ''راشٹری مسلم مورچا'' ہے (جس کے ذمہ دار مولانا عبدالحمید ازہری صاحب ہیں اور مولانا سجاد نعمانی صاحب کی رہبری بھی اس کو حاصل ہے) آپ بھی اس سے جڑ کر یا انفرادی طور پر اپنے اپنے علاقے میں ہماری تنظیم کے لوگوں سے رابطہ کر کے ہماری سرپرستی کریں، ہماری طاقت بن کر ہمیں آگے بڑھائیں، آپ ہر خطرے کی جگہ ہمیں اپنے آگے ہی پائیں گے، ہمارے ساتھ اور اتحاد کو کوئی توڑ نہیں پائے گا۔

آپسی دوریاں مٹانے اور غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے نیچے دی گئی کچھ شکلیں عمل میں لائی جاسکتی ہیں:

۱) آپ اپنے علاقہ کے ہماری تنظیم کے لوگوں سے رابطہ کرکے ان کے ساتھ مل کر اچھوت، آدیواسی بھائیوں سے ملاقاتیں کریں، ان کی حالت دیکھ کر آپ کے آنسو نہیں رکیں گے اور اپنے شہر کے ہر ہفتہ واری مشورہ میں بھی شامل ہو (بہت سے شہروں میں بھوجن کرانتی مورچا کا ہفتہ میں ایک دن مشورہ ہوتا ہے، اپنے اپنے شہر کے اعتبار سے اس کو معلوم کرلیں) زیادہ سے زیادہ لوگوں کو جوڑنے کی کوشش کریں، تنظیم کا پورے سال کا نظام ہوتا ہے، کام کا خاکہ ہوتا ہے، دھیرے دھیرے آپ واقف ہوتے جائیں گے اور ایک لمبی پلاننگ آپ کے سامنے آئے گی۔

۲) آپسی غلط فہمیوں اور دوری کو ختم کرنے کے لئے مہاراشٹرا کے بعض علاقوں میں ''مسجد پریچے'' (Masjid Parichay) نام سے پروگرام ہوئے جن میں بامسیف اور بھارت مکتی مورچا سے جڑے ST،SC،OBC کے لوگوں کو بتلایا گیا کہ مسجد میں کیا ہوتا ہے؟ اذان کا مطلب کیا ہے؟ اذان سے بستی میں سے بری آتمائیں اور بلائیں بھاگ جاتی ہیں، نماز کیسے پڑھی جاتی ہے اور اس کا مطلب سمجھایا گیا، ایسے ملنے اور بات چیت سے بہت فائدہ ہوا، اس طرح کے پروگرام جگہ جگہ ہونے چاہئے۔

۳) سماج سیوا یعنی خدمت خلق کے کاموں کے ذریعے اس دوری کو مٹایا جائے جیسے محلوں کی صفائی، ٹھنڈیوں میں چادروں کی تقسیم، مئی، جون میں بچوں میں اسکول بیگ اور اسکولی سامان کی تقسیم، بارش کے دنوں میں چھتریوں، رین کوٹ کی تقسیم، اسپتالوں میں ایک دوسرے کی عیادت اور مدد وغیرہ۔

اس کے علاوہ ہمارے درمیان جوڑ کی جو شکلیں بن سکتی ہیں وہ ہمیں ضرور اپنانا چاہئے۔

ہم مُلنِواسی یعنی بھارت کے اصل ناگریک پورے 85 فیصد ہے، یہاں کی سب سے بڑی اکثریت اور اس ملک کے اصلی وارث ہیں۔ ہمارا نعرہ ہے: بولو پچاسی....جے مُلنِواسی

ہم اس ملک کے اصل باشندے 85 فیصد ہیں، وہ صدا آباد و زندہ باد رہیں۔

احوالِ وطن

دہلی فسادات میں ہندو مسلم یکجہتی کی مثالیں

از: مولانا سید خواجہ نصیر الدین قاسمی*

یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ شر پسندوں اور فسادیوں نے ہر ممکن کوششیں کیں اور کر رہے ہیں کہ سماج کو ہندو مسلم دو اکائیوں میں بانٹ کر پورے ملک میں نفرت کی آگ بھڑکائی جائے اور اپنے ناپاک منصوبوں کو پورا کیا جائے ، بلکہ بعض فتین سیاسی لیڈروں نے جلتے پر تیل چھڑکنے کا کام کرنے والے شر انگیز بیانات بھی عوامی اسٹیجوں سے دیے اور دار الحکومت دہلی کو دہکتی آگ کی نذر کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔ ایسے میں جبکہ دہلی کے گلی کوچوں میں فسادی نہتے لوگوں پر لاٹھیوں ، پتھروں ، آتشی مادوں سے حملے کر رہے تھے اور مکانات ودکانات اور مساجد ومعابد نذر آتش کرنے پر تُلے ہوئے تھے وہیں مظلوموں کو ظالموں کے چنگل سے نکالنے والے کچھ امن پسند شہری بھی تھے جو مذہب کے نام پر نہیں انسانیت کے نام پر ایک دوسرے کو بچا رہے تھے اور ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت کر کے یکجہتی و بھائی چارے کی مثالیں قائم کر رہے تھے، اور دنگائیوں کو بتا رہے تھے کہ تم ہمیں بانٹنے کی سازش کر رہے ہو؛ مگر ہم کبھی دھرم کی بنیاد پر نہیں بٹیں گے اور اسی طرح متحد رہ کر تمہارے منصوبوں کو ناکام بنائیں گے۔ ان کی ظلم کے خلاف جرأت و ہمت ، انسانی ہمدردی اور احترامِ مذاہب کے جذبات کو نہ صرف سلام کرنا چاہیئے بلکہ ان کی نقل کرتے ہوئے ملک کی ہر ریاست میں شہریوں کو ایسی مثالیں قائم کرنی چاہیئے۔ میڈیا نے صرف فسادات اور کُشت وخون کے مناظر دکھائے اور اقلیتی طبقات میں خوف و مایوسی کا ماحول پیدا کرنے کا کردار نبھایا؛ لیکن بعض راست گو، جرأت مند، مظلوموں کے ہمدرد صحافیوں نے ایسی رپورٹیں سامنے لائیں جن سے انسانیت کے زندہ رہنے کا ثبوت ملتا ہے، اور قوموں میں ایک دوسرے پر اعتماد بحال ہوتا ہے، ساتھ ہی امن وآشتی کو فروغ ملتا ہے۔ مثلاً

● ۲۵ ؍فروری کو بھجن پورہ میں شام کے وقت ضیاء الدین نامی ایک مسلم نوجوان کے پیچھے فسادی دوڑ پڑے، اس کی گاڑی کو آگ لگادی، وہ دوڑتا ہوا ایک گلی میں گر گیا جہاں فسادی اُسے مارنے لگے، اتنے میں گلی

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

کے رہنے والے لوگ سنیل، وکاس، جبین، سونو، اور سکھ بھائی جیند رسنگھ سدھو باہر نکلے اور اس مسلمان کو بچایا، جیند ر سنگھ سدھو اُسے اپنے گھر لے گئے، تین گھنٹے تک اپنے گھر پر رکھا، پانی پلایا، حوصلہ دے کر مطمئن کیا، اپنی پگڑی اُتار کر ضیاء الدین کے سر باندھ دی، لیکن اس کی مونچھیں نہیں تھیں تو سردار نہیں معلوم ہو رہا تھا اس لئے سر پر پگڑی باندھ کر چہرے کو بھی پگڑی سے ڈھنک دیا، ضیاء الدین کو ہلمیٹ پہنا دیا گیا اور پھر سنیل اور سونو رات کی تاریکی میں اُسے تیار پور تک چھوڑ آئے۔

دیکھئے! کیسی بھائی چارگی ہے جو سکھ اپنی پگڑی کے لئے جان دے دیتا ہے وہی سکھ اپنی پگڑی اُتار کر کسی کی جان بھی بچا رہا ہے۔ اور ضیاء الدین کے گھر والے ان سبھوں کو دعائیں دے رہے ہیں۔

● جب فسادی مسلمان کے گھر آگ لگا کر چلے گئے تو ان مسلمانوں کو بچانے کے لئے پڑوس میں رہنے والے پریم کانت بگھیل دہکتی آگ میں کود پڑے اور خود جل گئے، وہ تا ہنوز ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ انہوں نے حقِ جوار ادا کر دیا، ان کے لئے دعا کیجئے کہ اللہ انھیں شفا عطا فرمائے۔

● بھجن پورہ ہی کی ایک اور رپورٹ ہے، کومل شرما نامی ایک نوجوان کا ایک ویڈیو ـــ جو اس نے خود بنایا تھا ـــ خوب وائرل ہوا، جس میں وہ خود آگ لگاتا ہوا دکھائی دے رہا ہے، جے شری رام کے نعرے لگا رہا ہے، ویڈیو وائرل ہونے کی وجہ سے کومل شرما کی پہچان اتنی ہوگئی کہ لوگوں نے چاند باغ کے محلے میں پکڑ لیا، اور اسے ظلم کی اسی آگ میں پھینک دینا چاہتے تھے جس کی چنگاری لیے وہ خود پھر رہا تھا، سلمان صدیقی نے جان پر کھیل کر کومل شرما کو بھیڑ سے بچالیا، سلمان صدیقی کومل کو اپنے گھر لے آیا، ایک ذمہ دار شہری کی طرح 100 نمبر پر فون کیا اور پولیس کو بلا کر اُسے سونپ دیا۔ سلمان نے کہا کہ اگر چہ اس نے ہمارے دھرم کو غلط کہا اور ہمیں اور ہماری ماں بہنوں کو گالیاں دیں، لیکن ہم اس سے جذباتی نہیں ہوئے ہم نے اس کو عزت سے رکھا۔ انسانیت سب سے بڑا دھرم ہے، پہلے انسانیت ہے بعد میں دھرم ہے۔ نہ ہندو غلط ہے نہ مسلم غلط، اگر غلطی پہ آجائے تو ہر انسان غلط ہے۔ ہمارا دھرم یہی سکھاتا ہے کہ انسانیت سے رہیں، امن، یکتا، بھائی چارہ یہی ہمارا پیغام ہے، ہم ہندو مسلم سکھ عیسائی آپس میں بھائی بھائی ہیں، اور بھائی بن کر رہیں گے تو یکتا باقی رہے گی، کسی کا نقصان کرنا نہ کوئی دھرم سکھاتا ہے اور نہ ہی کسی دھرم میں لکھا ہے۔

● چاند باغ کے بلاک سی میں ہندو پریوار گنتی کے چند ہیں، یہاں زیادہ تر مسلمان رہتے ہیں، یہاں تین مندر ہیں، مسلمانوں نے یہاں مندروں کو کوئی نقصان ہونے نہیں دیا، پجاری نے بتایا کہ اس کے پریوار کو بھی نقصان ہونے نہیں دیا، فسادی بھیڑ فساد پر اُکساتی رہی مگر گلی کے مسلمان بچاتے رہے۔

● اشوک نگر میں جہاں چند گھر مسلمانوں کے تھے، وہیں زیادہ تر ہندوؤں کے تھے۔ ۲۵ فروری کو فسادیوں کی بھیڑ نے مسلمانوں کے گھروں اور مسجد میں آگ لگانے کی کوشش کی لیکن پاس کے ہندوؤں نے مسلمانوں کو اپنے گھر میں پناہ دی اور مسجد کو جلنے نہیں دیا۔

● گوندوہار جہاں صرف امجد خان ہی کا مکان تھا، امجد کا بیان ہے کہ فسادیوں کے فساد کے وقت ہندو پڑوسیوں نے دو دن تک اپنے گھروں میں محفوظ رکھا، فسادیوں کے دباؤ کے بعد ـــــ کہ اگر ان کو باہر نہیں کروگے تو تمہارے گھروں کو بھی آگ لگادی جائے گی ـــــ انہوں نے ہمیں اپنے گھر بھیج دیا اور باہر سے تالا ڈال کر ہمیں بچایا۔

● قومی دارالحکومت دہلی کے مسلم اکثریتی علاقے میں رہنے والا ایک ہندو کنبہ مایوس ہوچکا تھا۔ جس وقت پورا علاقہ پُرتشدد فساد کی لپیٹ میں تھا، ایسے میں ایک ہندو لڑکی ساوتری کی شادی کا منڈپ سونا ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔ کیونکہ اس مشکل گھڑی میں طے شدہ پروگرام کے مطابق شادی کی تقریب کا انعقاد کرنا مشکل ہوچکا تھا۔ ایسے میں مدد کے لئے مسلمان پڑوسیوں نے مل کر اس کنبہ کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا۔ ہندو کنبہ کی شادی میں پڑوس کے مسلم نوجوانوں نے دلہن کے بھائی بن کر رشتہ نبھایا اور تشدد کی واردات کے درمیان انسانیت کی مثال پیش کی۔ تشدد کے گھناؤنے واقعات کے درمیان ہندو کنبہ، بیٹی کی شادی روکنے یا تاریخ آگے بڑھانے پر غور کر رہا تھا۔ لیکن مسلم پڑوسیوں کی پہل پر شادی کی تیاریاں شروع ہوئیں اور شادی کی تقریب انجام دی گئی۔

یہ صرف چند واقعات ہیں جو بہ مشکل منظر عام پر آئے ہیں ورنہ کتنی ایسی سچائیاں ہیں جو راکھ کے ڈھیر میں دبی ہوئی ہیں، اس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ انسانیت ابھی زندگی کی سانسیں لے رہی ہے، ہندو ہو کہ مسلم ہر ایک دوسرے کو شرابِ محبت پِلا کر انسانیت کے اس رشتے کو مضبوط تر بنا سکتا ہے۔ مذکورہ مثالیں ہندو مسلم اتحاد کی جیتی جاگتی تصویریں ہیں، آج کے پُرخوف ماحول میں امن و بھائی چارہ قائم کرنے کے لئے یہ واقعات امید افزا اور مشعلِ راہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ دنیا کی آگ سے بچانے والوں کے لئے آخرت کی آگ سے بچنے کا سامان کردے۔ آمین

فضائل وآداب

رجب المرجب: فضائل ومسائل

مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانیؔ قاسمی*

''رُجب المرجب''،ہجری تقویم کے مطابق اسلامی وقمری سال کا ساتواں مہینہ ہے،اس کا شمار حرمت کے ان چار مہینوں میں ہوتا ہے؛ جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔حرمت کے چار مہینے جس طرح اسلام سے پہلے معزز ومحترم جانے جاتے تھے اسی طرح اسلام کے بعد بھی ان کو وہی حیثیت حاصل ہے،اللہ تعالی نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالی کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے، جو اللہ تعالی کی کتاب یعنی لوح محفوظ کے مطابق اس دن سے چلی آرہی ہے جس دن اللہ تعالی نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا،ان بارہ مہینوں میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں، یہی دین کا سیدھا سادہ راستہ ہے۔(سورۃ التوبہ)

اِمام ابوبکر جصاص رازیؒ نے اَحکام القرآن میں فرمایا: اِن میں اِشارہ ہے اِس بات کی طرف کہ بہ طورِ خاص ان چار متبرک مہینوں میں جو شخص کوئی عبادت کرتا ہے تو اُس کو بقیہ مہینوں میں بھی عبادت کی توفیق اور ہمت ہوتی ہے،اِسی طرح جو شخص کوشش کر کے اِن مہینوں میں اپنے آپ کو گناہوں اور برے کاموں سے بچالے تو باقی سال کے مہینوں میں اُس کے لئے برائیوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے اِس لیے اِن مہینوں سے فائدہ نہ اُٹھانا ایک عظیم نقصان ہے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتیں اس بات پر متفق ہیں کہ ان چار مہینوں میں ہر عبادت کا ثواب زیادہ ہوتا ہے اور ان میں کوئی گناہ کرے تو اس کا وبال اور عذاب بھی زیادہ ہوتا ہے۔''حضرت مفتی صاحب ''منہا أربعة حرم '' کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:''ان کو حرمت والا دو معنی کے اعتبار سے کہا گیا ہے،ایک تو اس لیے کہ ان میں قتل وقتال حرام ہے،اور دوسرا اس لیے کہ یہ مہینے متبرک اور واجب الاحترام ہیں۔ان میں عبادات کا ثواب زیادہ ملتا ہے۔ان میں پہلا حکم تو شریعتِ اسلام میں منسوخ ہوگیا؛ مگر دوسرا حکم (احترام وادب اور ان میں عبادت گزاری کا اہتمام) اسلام میں اب بھی باقی ہے۔''(معارف القرآن)

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

رجب عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے معنی تعظیم وتکریم کے آتے ہیں، بعض حضرات کے مطابق اس کے معنی "ڈرنے" کے ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے مہینوں کی طرح اس مہینہ میں بھی اللہ تعالی سے خوب ڈرنا چاہیے۔ یہ مہینہ حرمت کے مہینوں میں ہونے کی وجہ سے محترم اور متبرک ہے نیز اس مہینے کے بعض فضائل بھی احادیث مبارکہ میں وارد ہوئے ہیں۔

ماہ رجب احادیث وآثار کی روشنی میں:

فضائل رجب کے بارے میں کئی ایک روایتیں ہیں۔ کچھ وہ ہیں جو موضوع اور من گھڑت ہیں اور کچھ صحیح و حسن درجہ تک پہونچی ہوئی ہیں۔ ذیل میں کچھ مستند احادیث کے ترجمے ملاحظہ فرمائیں!

1: ''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماہ رجب کے آغاز میں یہ دعا مانگتے تھے: اے اللہ ہمارے لیے ماہ رجب وشعبان کو بابرکت بنا اور ہمیں ماہ رمضان تک زندہ رکھ''۔ (مسند احمد)

2: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت میں رجب نامی نہر ہے جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے جو آدمی ماہ رجب میں ایک دن روزہ رکھے گا اللہ تعالیٰ اس آدمی کو اس نہر سے پانی عطا فرمائے گا''۔ (رواہ البیہقی فی فضائل الاوقات)

3: ''حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: پانچ راتیں ایسی ہیں جن میں دُعا رَد نہیں کی جاتی اور وہ جمعہ کی رات، رجب کی پہلی رات، نصف شعبان کی رات اور عیدین کی دونوں راتیں ہیں۔''

(بیہقی شعب الایمان)

4: ''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان المبارک کے بعد ماہ رجب وشعبان کے علاوہ کسی ماہ میں مکمل روزے نہیں رکھے''۔ (بیہقی شعب الایمان)

یہی وجہ ہے کہ جمہور فقہاء حنفیہ اور مالکیہ اور شافعیہ فرماتے ہیں کہ اشہرُ الحرُم (محرم، رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ) میں روزے رکھنا مستحب ہے، اور مالکیہ اور شافعیہ نے یہ تصریح کی ہے کہ ان میں افضل مُحرم ہے پھر رجب پھر ذوالقعدہ اور ذوالحجہ۔ حنابلہ فرماتے ہیں کہ اشہرُ الحرُم میں سے فقط محرم کا روزہ سنت ہے، بعض نے عمومی طور پر اشہرُ الحرُم کے روزوں کو مستحب کہا ہے۔

5: رجب کے مہینے میں زمانہ جاہلیت میں قربانی کرنے کا رواج بھی تھا اور یہ قربانی عتیرہ اور رجبیہ کہلاتی تھی۔ اسلام میں اس قربانی کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا۔ چنانچہ سنن ترمذی میں ایک روایت اس طرح ملتی ہے کہ حضرت ابوذر بن لقیط بن عامر عقیلی کہتے ہیں میں نے دریافت کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم

زمانہ جاہلیت میں رجب کے مہینے میں قربانی کیا کرتے تھے، جسے ہم خود بھی کھاتے اور جو کوئی ہمارے پاس آتا اسے بھی کھلاتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ (سنن نسائی) مگر چوں کہ جاہلیت میں لوگ رجب کی قربانی بتوں کے تقرب کے لئے کرتے تھے، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے ایک موقع پر منع بھی فرمایا اور اس ممانعت کا مقصد دراصل بتوں کے لئے ذبح کرنے سے منع کرنا تھا، نہ کہ مطلقا رجب میں ذبیحہ سے منع کرنا۔ (شرح صحیح مسلم)

ماہ رجب سیر و تاریخ کے آئینہ میں:

تاریخی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو بھی یہ مہینہ اپنی منفرد شان رکھتا ہے، اس مہینے میں بہت سارے اہم واقعات پیش آئے ذیل میں چند ایک کا سرسری طور پر ذکر کیا جاتا ہے:

تحویل قبلہ کا واقعہ ماہ رجب ہی میں پیش آیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آرزو تھی کہ بیت المقدس کے بجائے خانۂ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرنے کا حکم نازل ہو چناں چہ آپ کی خواہش کے مطابق اسی ماہ تحویل قبلہ کی آیتیں نازل ہوئیں۔ اسی طرح اسلامی تاریخ کا اہم ترین واقعہ معراج اسی مہینہ میں پیش آیا۔ نماز کی فرضیت بھی واقعۂ معراج میں ہوئی ہے، اسی طرح غزوۂ تبوک بھی ماہ رجب میں پیش آیا۔

ماہ رجب 2ھ میں مصر و اسکندریہ کے بادشاہ "مقوقس قبطی" نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تحفہ بھیجا۔ (تقویم تاریخی از عبدالقدوس ہاشمی صاحب ص2) اس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اسلام کی دعوت کا خط لکھا تو اس نے بڑے اچھے طریقے سے خط کا جواب دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے درج ذیل تحفے بھیجے دو عدد باندیاں (جن میں ایک حضرت ماریہ قبطیہ بھی تھیں۔ جن سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ابراہیم پیدا ہوئے) ایک ہزار مثقال سونا، یعفور نامی حمار، دُلدل نامی خچر، 30 عدد مصر کے نفیس کپڑے، عمدہ شہد، لکڑی کی شامی سرمہ دانی، کنگھا، آئینہ۔

(بحوالہ عہد نبوت کے ماہ و سال ص334)

ماہ رجب 2ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کیا۔ نکاح کا خطبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود پڑھا۔ اس پر وقار مبارک تقریب میں خلفائے راشدین سمیت دیگر اصحاب کرام شریک تھے۔ اسی صدی کے ماہ رجب میں صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔

(صحابہ انسائیکلو پیڈیا ص557)

ماہ رجب میں صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بھی فوت ہوئے۔ (تقویم تاریخی) اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا ارتحال، و صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ دوسری صدی کے ہجری ہی میں حضرت

عمر بن عبدالعزیزؒ، حسن بصریؒ اور امام اعظم امام ابوحنیفہ ؒ جیسی شخصیات بھی اس دار فانی سے رخصت ہوئیں۔ اس کے علاوہ اسی صدی کے ماہ رجب میں رومیوں نے ایشیائے کوچک کے سرحدی شہر "کمخ" پر حملے کے ساتھ "ملیطہ" شہر پر قبضہ کیا، یہاں جتنے مسلمان تھے ان کو قتل اور ان کی عورتوں کو قید کرلیا۔ (ابن اثیر ج5 ص167)

اسی صدی کے ماہ رجب 151ھ میں لعین حکیم مقنع نے آگ میں کود کر خودکشی کی۔ (تقویم تاریخی ص40) یہ اصلاً ماوراء النہر (وسطی ایشیا) "مرو" کا باشندہ تھا۔ اس نے سونے کا ایک چہرہ بنا کر اپنے چہرہ پر لگالیا اور خدائی کا دعوی کردیا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے خود ان کے جسم میں حلول کیا، وغیرہ۔ بہرحال خلیفہ مہدی نے اس کی سرکوبی کے لیے لشکر بھیجے، بالآخر مقنع کا قلعہ "بسام" محاصرہ میں لے لیا گیا، اس کے تیس ہزار متبعین نے مسلمانوں سے امن طلب کیا اور قلعہ سے باہر نکل آئے، اس کے ساتھ صرف دو ہزار افراد باقی بچے، آخرکار مقنع کو اپنی ناکامی کا یقین ہوگیا تو اس نے آگ جلا کر اپنے اہل وعیال کو اس میں دھکیل دے دیا، پھر خود بھی آگ میں کود کر جل مرا مسلمانوں نے قلعہ میں داخل ہوکر مقنع کی لاش آگ سے نکالی اور اس کا سر خلیفہ مہدی کے پاس روانہ کیا۔ (تاریخ اسلام حصہ دوم ص314 از مولانا اکبر شاہ خان)

ماہ رجب 204ھ میں حضرت امام شافعی، ماہ رجب 259ھ میں محدث وقت حضرت حجاج بن شاعر، ماہ رجب 261ھ میں امام مسلمؒ (شہرہ آفاق تصنیف "صحیح مسلم") ماہ رجب 280ھ میں امام ترمذیؒ نے بھی رحلت فرمائی۔ خواجہ معین الدین چشتی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی وفات بھی ماہ رجب 1225ھ میں ہوئی۔

(مقدمہ تفسیر مظہری)

بعض منکرات وبدعات:

بہت سے ناواقف بھائی اور بہنیں رجب کی پہلی جمعرات کو بہت سی رسمیں انجام دیتے ہیں، اس مہینہ کی بعض تاریخوں میں پوریاں پکا کر مٹھائی کے ساتھ ایک خاص مقام پر بیٹھ کر کھانا بڑا ثواب جانتے ہیں اور بعض راتوں کو خوب روشنی کر کے جلسہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ یہ ساری رسمیں دوسری قوموں کی دیکھا دیکھی اپنے طور پر بغیر کسی شرعی دلیل کے گڑھ لی گئی ہیں، ان میں سے کوئی شے نہ خدا کی بتائی ہوئی ہے، نہ اس کے رسول ﷺ کی اور نہ کسی صحابی کی۔ بہ طور خاص کونڈوں کی مروجہ رسم مذہب اہلِ سنت والجماعت میں بے اصل، خلافِ شرع اور بدعتِ ممنوعہ ہے؛ کیونکہ بائیسویں رجب نہ حضرت اِمام جعفر صادق ؒ کی تاریخ پیدائش ہے اور نہ تاریخ وفات، حضرت اِمام جعفر صادق ؒ کی وِلادت ۸ رمضان ۸۰ھ یا ۸۳ھ میں ہوئی اور وفات شوال ۱۴۸ھ میں ہوئی پھر بائیسویں رجب کی تخصیص کیا ہے اور اِس تاریخ کو حضرت اِمام جعفر صادق ؒ سے۔۔۔ (بقیہ صفحہ ۴۶ پر)

فکر و نظر

مغربی تہذیب وثقافت کی حقیقت

اور معاشرہ پر اس کے سنگین اثرات

از: مولانا احمد عبید اللہ یاسر قاسمی

اس میں کوئی شک نہیں کہ ابتداءِ آفرینش سے ہی حق و باطل کے درمیان معرکہ آرائی جاری ہے، ہر دور میں حق کے معاندین ومخالفین نے شر انگیزی کی ناپاک کوشش کی ہے، ہر قوم وملت میں ایسے ناعاقبت اندیش افراد نے جنم لیا ہے جنہیں اشاعتِ حق اور غلبہ خیر سے پیدائشی دشمنی رہی ہے؛ لیکن موجودہ دور میں جو فتنے سر ابھار رہے ہیں وہ ایک خطرناک سازش، تعصب پر مبنی اسلام دشمنی، اور اہل اسلام سے ازلی عداوت ونفرت کا شاخسانہ ہے، شاید یہی وہ ذہنی، فکری، عملی ارتداد ہے جو سب سے پہلے مسلمان کی ظاہری طبیعت پر اثر انداز ہو کر اس کے باطن سے ایمان کی حقیقی لذت چھین لیتا ہے۔ بقول مفکر اسلام ابو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ ”ردۃ و لا ابابکر لھا یہ ایک ایسا ارتداد ہے جس کے لئے کوئی ابو بکر نہیں ہے“ کیوں کہ ہمیں اس کا اندازہ ہی نہیں کہ ہم ایک صریح فکری، تہذیبی وثقافتی ارتداد میں جھونک دیئے گئے ہیں جہاں سے واپسی کی راہ کافی دور ہو چکی ہے۔ اگر ہم غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ہماری صبح وشام میں مغربی تہذیب وثقافت کے آثار ہیں، بلکہ دنیا میں پائے جانے والے تمام مذاہب میں مغربی الحاد اور بے دینی کی لہر ہے حتی کہ مذاہب کا اثر لوگوں میں صرف ناموں تک محدود ہو چکا ہے، باقی رسومات وعبادات، اخلاقیات ومعاشرت تہذیب مغرب کی نذر ہو کر تباہ و برباد ہوگئ ہیں، ہمارے معاشرہ کا سرمایہ دار طبقہ مغربی تہذیب وثقافت کا دلدادہ بن چکا ہے، ہمارا موجودہ تعلیمی نظام بھی اسی طبقہ کے ہاتھ میں ہے جس کی وجہ سے کالجوں اور یونیورسٹیوں سے نکلنے والے طلباء کی اکثریت مغربی (فرنگی) تہذیب وثقافت کی دِل دادہ بن رہی ہے، یہ سلسلہ تیزی کے ساتھ جاری ہے اگر اس ارتداد کی طرف فوراً توجہ نہ دی جائے اور یونہی جاری رہنے دیا جائے تو بہت جلد اکثریت کا اسلام سے جذباتی لگاؤ بھی ختم ہونے لگے گا۔

مغربی تہذیب کا تعارف

مغربی تہذیب کسی خاص مذہب کا نام نہیں ہے جو الہامی یا خدائی تعلیمات پر عمل کرنے کی داعی ہو بلکہ

تہذیبِ مغرب یا مغربی فکر وفلسفہ ایک ایسی سوچ وفکر کا نام ہے جو ہر کسی کو اپنے اپنے مذہب پر پرائیویٹ زندگی میں عمل کرنے کی اجازت دیتی ہے، لیکن خاص طرز فکر، عقائد اور وحی پر مبنی تعلیمات کو قبول نہیں کرتی، اس لیے کہ مغربی نقطہ نظر میں سب سے اہم چیز خود انسان کا وجود ہے دنیا میں عیش وعشرت، فرحت ولذت اس کا حق ہے، کوئی اپنے عمل کا کسی دوسرے کے سامنے جواب دہ نہیں، مادیت، زر پرستی اور مال ومنال سے بے انتہا محبت اس کا بنیادی وصف ہے۔

مغربی تہذیب کی بنیاد

اہل مغرب کی تہذیب وثقافت کا دارومدار تین چیزوں پر ہے یا تین اشیاء کو وہ جزو لاینفک اور اساسیات میں شمار کرتے ہیں: (1) آزادی FREEDOM (2) مساوات EQUALITY

(3) ترقی DEVELOPMENT اگر ان تین چیزوں میں کسی عمل سے اضافہ ہو رہا ہو تو اس کو فروغ دیا جاتا ہے بلکہ اس پر زور دیا جاتا ہے اور اگر کوئی فرد یا گروہ کسی بھی طریقے سے اس راہ میں حائل ہو جائے تو اس کو قانوناً یا جبراً ختم کر دیا جاتا ہے اور اِن ہی تین اشیاء کو مدنظر رکھ کر اہل مغرب نے ایک عالمگیر قانون ''انسانی حقوق کا عالمی منشور'' کے نام سے مرتب کر کے ہر ملک کو اس کا پابند بنایا ہے جس کی حفاظت تمام ممالک کی ذمہ داری ہے۔ (بحوالہ: تعارف تہذیب مغرب اور فلسفہ جدید)

اسلامی تہذیب اور مغربی تہذیب میں بنیادی فرق

(1) اسلام میں اعلیٰ اتھارٹی اللہ جل شانہ وعم نوالہ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ کیا صحیح ہے اور کیا غلط؟ کیا حلال ہے کیا حرام؟ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ حکم ہی معتبر ہوگا، انسان خود کسی چیز کو حرام یا حلال قرار دینے میں آزاد نہیں ہے۔ مثلاً زنا حرام ہے یا حلال؟ لواطت جائز ہے یا ناجائز؟ سود لینا اور دینا کیسا ہے؟ اس کی تعیین صرف اللہ جل شانہ کریں گے۔

جبکہ اہل مغرب اعلیٰ اتھارٹی انسان کو سونپ دیتے ہیں، ہر چیز کا اختیار انسان کے ہاتھوں میں ہے، وہ جسے درست کہہ دے وہ درست اور جسے غلط کہہ دے وہ غلط، صحت وسقم کا دارومدار انسان کی عقل پر ہے اور وہ ہر طرح سے آزاد ہے جیسے زنا کرنا درست ہے یا غلط؟ لواطت انسانی حق ہے یا قبیح ترین عمل؟ سود لینا حلال ہے یا حرام؟ اس کا فیصلہ انسانی عقل کرے گی۔

(2) اسلام میں شریعت محمدی ـ علی صاحبها الصلاۃ والسلام ـ رہبر وراہ نما ہے جبکہ مغربی فکر وفلسفہ رہنمائی حاصل کرنے کے لئے نہ رسولوں کا محتاج ہے نہ کسی آسمانی کتاب کا بلکہ وہ انسانی عقل کو حاکمِ اعلیٰ تصور کرتا ہے۔

(3) اسلام میں ''قانون'' شریعت سے اخذ کیا جاتا ہے جبکہ مغربی نظریات کے مطابق ''قانون'' انسانوں کا منتخب کردہ گروہ (پارلیمنٹ) بناتا ہے۔

(4) اسلامی تہذیب میں خدا کا تصور یہ ہے کہ خدا ایک ہے، وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، اور مسلمان اسی ایک خالق و مالک کے ماننے والے ہیں، جس نے انسانوں اور سارے جہانوں کو پیدا کیا ہے، جبکہ اس کے برعکس مغربی تہذیب نے خدا اور مذہب کے انکار کے بعد مادہ کو اپنا خدا تسلیم کیا ہے اس کے نزدیک مادہ ہمیشہ سے ہے، ہمیشہ رہے گا اور وہ اپنے شعور کی بنیاد پر اشیاء کی تخلیق کرتا ہے۔

(5) اسلامی تہذیب میں علم کا تصور وحی سے ہے، چنانچہ وحی کے مقابلے میں انسان کا تخلیق کردہ کوئی بھی علم فوقیت نہیں رکھتا ہے جبکہ مغربی تہذیب کا تصورِ علم عقل سے ہے، اسی وجہ سے اس کے ماننے والے جنت جہنم کے وجود کا انکار کرتے ہیں، بعث بعد الموت کو جھٹلاتے ہیں، جزا وسزا اور ان جیسے دیگر عقائد کے صریح منکر ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اہل مغرب کسی مذہب کے قائل نہیں ہیں اس لیے کہ مذہب کو عقلیات اور سائنس سے ثابت نہیں کیا جا سکتا، بلکہ ایمانیات وعقائد کا باب تو صرف وحی کے علم کے ذریعے سے ہی سمجھ میں آسکتا ہے۔

(6) اسلام میں عبادات کا مقصد اور انسان کی تگ ودو کا حاصل آخرت میں کامیابی اور جنت کا حصول ہے، جبکہ مغربی تہذیب صرف مادی ترقی کو کامیابی مانتی ہے، جس نے دنیا میں جتنی زیادہ مادی ترقی کی وہی کامیاب ترین انسان ہے، اور یہ تصور اس قدر عام ہو چکا ہے کہ آج عوام تو کجا خواص بھی مالداری اور دنیوی ترقی کو کامیابی سمجھ بیٹھے ہیں۔

(7) اسلامی تہذیب میں انسان کو زمین پر اللہ کا خلیفہ اور اس کا نائب مانا گیا ہے، خلاصۂ کائنات، اشرف المخلوقات، حتی کہ ایک مؤمن مسلمان کی حرمت کو کعبہ کی حرمت سے زیادہ بتایا گیا ہے اس کے بالمقابل مغربی تہذیب نے انسان کو حیوان سے زیادہ کچھ تسلیم نہیں کیا ہے۔مغربی تہذیب کے مطابق علم سیاسیات میں انسان ایک سیاسی حیوان ہے، علم معاشیات میں ایک معاشی حیوان ہے، علم نفسیات میں انسان مخصوص جبلتوں کے مجموعہ کا نام ہے، علم حیاتیات میں انسان محض ایک حیاتی وجود ہے، اس تہذیب نے انسان کو مادیت سے آگے پہچانا ہی نہیں اسی نقطۂ نظر کی خرابی نے پوری انسانیت کو مادیت پرستی کی آگ میں جھونک دیا ہے۔

یہ وہ بنیادی فرق ہیں جن سے اسلامی اور مغربی تہذیب وثقافت کو پرکھا جا سکتا ہے، لیکن مصیبت یہ ہے کہ ہم تہذیب وثقافت کی اصطلاح بہت سطحی معنیٰ میں استعمال کرتے ہیں، مغربی تہذیب کا مطلب صرف اتنا ہی سمجھتے ہیں کہ پینٹ شرٹ پہنا جائے، ٹائی لگائی جائے، کلین شیو کیا جائے تو یہ مغربی تہذیب کا گرویدہ ہے، یا

صرف فحاشی وعریانی کے سیلاب کو مغربی تہذیب سمجھتے ہیں جبکہ بات ایسی نہیں ہے بلاشبہ تہذیب کولباس، وضع قطع، تراش خراش سے بھی جانا جاسکتا ہے لیکن تہذیب کی جو مفہوم ہے وہ لباس اور وضع قطع ہی محدود نہیں ہے بلکہ اس کی مختلف بنیادیں ہیں جن کو سمجھ کر ہی اس تہذیب کا مقابلہ ممکن ہے۔

فسادِ قلب ونظر ہے فرنگ کی تہذیب

مغرب نے الحاد، بے دینی اور لامذہبیت کو فروغ دینے کے لیے اور اسلام دشمنی ومسلم تعصب کے ہدف کو پورا کرنے کے لیے خطرناک ہتھکنڈوں کو استعمال کیا ہے۔

(1) انہوں نے سب سے مؤثر طریقہ دولت کی لالچ اور جاب کی آفر دے کر جگہ جگہ عیسائی مشنری اسکولس کا قیام عمل میں لایا، جن میں اہل مغرب نے ایسا نصاب مرتب کیا کہ طالب علم دین سے متنفر ہوجائے، اور بے دینی کو ترجیح دے جہاں کے ماڈرن تعلیم یافتہ فضلاء مذہب کی تاریخی توجیہ کر کے یہ بتاتے ہیں کہ پہلے مذہب نہیں، مذہب بعد کی پیداوار ہے، اور آخرت کوئی چیز نہیں، اصل دنیا ہے، اور مذہب ایک نجی مسئلہ ہے، اس پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت نہیں اور اہل مغرب کو مہذب اور مسلمانوں کو غیر مہذب ثابت کرتے ہیں، پھر بتدریج اسلامی نظریات کو مغربی نظریات کے تابع کر کے پیش کرنا شروع کرتے ہیں، وحی کا انکار اور عقل وتجربہ کو حق وصداقت کے لیے معیار قرار دیتے ہیں، پھر طلبہ کے دماغ میں یہ بٹھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ دین دنیا کی ترقی کے لیے مانع ہے، علماء اور دین پر عمل کرنے والے سب سے حقیر لوگ ہیں، اور یہ تصور پیش کرتے ہیں کہ اسلام عصر حاضر کے مطابق نہیں، اور یہ کہتے ہیں کہ ترقی کا پورا مدار سائنس اور ٹیکنالوجی پر ہے۔

اور یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین ومروت کے خلاف
یورپ میں بہت روشنیٔ علم و ہنر ہے
حق یہ ہے کہ بے چشمہ حیواں ہے یہ ظلمات
یہ علم، یہ حکمت، یہ تدبر، یہ حکومت
پیتے ہیں لہو، دیتے ہیں تعلیم مساوات

(2) دوسرا طریقہ انہوں نے یہ اپنایا کہ غرباء میں رفاہی مالی امداد کی جائے اور ان کو اپنے مذہب سے دور کر کے مرتد بنایا جائے؛ تاکہ تعلیمی پسماندگی اور غربت ومفلسی میں مجبور افراد بکثرت اس کا شکار ہوسکیں۔

(3) تیسرا طریقہ انہوں نے یہ اپنایا کہ ذہین مسلم طلبہ کو اعلی تعلیم کے لیے مغربی ممالک میں موجود

کالجوں، یونیورسٹیوں آکسفورڈ، کمبرتج وغیرہ میں بھیجا جائے ان کی ذہن سازی کی جائے، یہ بتایا جائے کہ سود ترقی کے لیے لازم وضروری ہے، سنتیں تو نعوذ باللہ صرف قدیم عربی رسم ورواج ہیں، نماز کے لیے وقت نکالنا **العیاذ باللہ** تضیع اوقات کے مترادف ہے، زکوٰۃ اور ٹیکس ایک ہے، قربانی، حج اور عمرہ میں خرچ کی جانے والی رقم بے جامصرف میں خرچ کرنا ہے، اس کے بجائے غریب، بیوہ کو رقم دینا زیادہ بہتر ہے، سیاست اور دین میں کوئی تعلق نہیں ہے، فیشن وقت کا تقاضہ ہے، عورت آزاد ہے چاہے پردہ کرے یا نہ کرے، کوئی اُسے روک ٹوک نہیں کرسکتا، پھر اُنہیں باور کرایا جائے کہ یہ تمہارا کلچر ہے کہ تم ویلنٹائن ڈے، برتھ ڈے مناؤ، پھر جب ان کے دماغ پر مکمل طور سے قبضہ ہو جائے تو مال وزر کے ذریعہ ملک کی سربراہی حاصل کرکے ان کو سونپ دی جائے اور انہیں اپنا آلۂ کار بنا کر اسلام اور اسلامی تعلیمات کے خلاف ان سے کام لیا جائے۔ علامہ اقبال نے کیا ہی خوب کہا تھا ۔

ظاہر میں تجارت ہے ، حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگ مفاجات
رعنائی تعمیر میں، رونق میں، صفا میں
گرجوں سے کہیں بڑھ کے ہیں بنکوں کی عمارات

(4) مغربی تہذیب کو فروغ دینے میں سب سے زیادہ معاون میڈیا بنا جس کے ذریعے فحاشی، عریانی اور بے دینی کو عام کیا گیا، ایسی ایسی فلمیں بنائی گئیں جس میں دین داروں کا مزاق اڑایا گیا، موسیقی اور رقص وسرور کو روح کی غذا بتایا گیا، جس نے تخریب اخلاق وبے دینی کے عام کرنے میں سب سے بڑا رول ادا کیا۔

علامہ اقبال نے کیا ہی خوب کہا ۔

بے کاری و عریانی و مے خواری و افلاس
کیا کم ہیں فرنگی مدنیت کے فتوحات

(بحوالہ: اسلام اور تہذیب مغرب کی کشمکش)

امید کی کرن

خلاصہ کلام یہ کہ تعلیم کے نام پر بے دینی، تہذیب کے نام پر بے حیائی اور میڈیا کے نام پر عریانیت پھیلائی جارہی ہے اور ہماری صبح وشام اسی میں گذر رہی ہے، ابھی بھی وقت ہے مسلمان بیدار ہو جائیں اور جان لیں کہ ہمارے لئے اصل آخرت ہے دنیا نہیں، اصل رضائے الٰہی ہے منصب نہیں، اصل دین ہے بے دینی نہیں؛ اب بھی امید کی کرن باقی ہے۔ علی میاں ندویؒ کے بقول:

اس عالمگیر صورتحال کی تبدیلی کے لئے، امت مسلمہ کے موجودہ تباہ کن حالات میں انقلاب عظیم پیدا کرنے کے لئے دین کے داعیوں کو مغربی تعلیم یافتہ طبقہ پر اپنی توجہ مرکوز کرنے کی ضرورت ہے کہ اسی طبقہ کی بے راہ روی نے پوری امت مسلمہ کے عوام کو ذہنی ارتداد کے خطرے میں مبتلا کر دیا ہے اسلامی ممالک کا رخ خالص اسلامیت کے بجائے خالص مغربیت کی طرف موڑ دیا ہے اور عوام کو بے زبان گلہ اور جانور کے ریوڑ کی طرح غیر اسلامی قیادت کے ہاتھ میں دے دیا ہے، ان کی اصلاح کے ذریعہ دوبارہ ان ممالک کا رخ مغربیت سے اسلامیت کی طرف موڑا جا سکتا ہے۔ (بحوالہ مغربی ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش)

اگر ہم اس بے دینی و ارتداد کی لہر سے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو بچانا چاہتے ہیں تو خدارا اہل مغرب کی ان سازشوں کو سمجھیں اور ان راستوں سے اجتناب کریں جس کی منزل مغرب کی دمکتی ہوئی مگر اندھیری دنیا ہے جو ناقابل تلافی خطرات کا پیش خیمہ ہے۔

حق تعالیٰ ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

(بقیہ صفحہ ۴۰ سے)

کیا خاص مناسبت ہے؟ ہاں بائیسویں رجب حضرت امیر معاویہؓ کی تاریخ وفات ہے۔

(دیکھو تاریخ طبرانی ذکر وفاتِ معاویہ)

اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اِس رسم کو محض پردہ پوشی کے لیے حضرت اِمام جعفر صادق کی طرف منسوب کیا گیا ورنہ دَر حقیقت یہ تقریب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں منائی جاتی ہے، جس وقت یہ رسم اِیجاد ہوئی اہلِ سنت والجماعت کا غلبہ تھا اِس لیے یہ اہتمام کیا گیا کہ شیرینی بطورِ حصہ اِعلانیہ نہ تقسیم کی جائے تا کہ راز فاش نہ ہو بلکہ دُشمنانِ حضرت معاویہؓ خاموشی کے ساتھ ایک دُوسرے کے یہاں جا کر اُسی جگہ یہ شرینی کھالیں جہاں اُس کو رکھا گیا ہے اور اِس طرح اپنی خوشی و مسرت ایک دُوسرے پر ظاہر کریں۔ جب کچھ اِس کا چرچا ہوا تو اِس کو حضرت اِمام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کر دیا گیا جو سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔

مختصر یہ کہ رجب کے اس مہینہ کا احترام کیا جائے، اس میں گناہوں سے اجتناب کی کوشش کی جائے، بدعات وخرافات سے بچا جائے اور اللہ رب العزت کی خوشنودی طلب کرنے اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کا اہتمام کرنے کی فکر کی جائے تو ان شاء اللہ ہم ماہ رمضان کا صحیح معنوں میں استقبال کرنے والے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام کو توفیق عمل نصیب فرمائے۔ آمین

فقہ وفتاویٰ

آپ کے شرعی مسائل

از: مفتی ندیم الدین قاسمی*

انجکشن لگانے سے خون آئے تو کیا حکم ہے؟

سوال: اگر مریض کو انجکشن لگایا گیا اور اس سے تھوڑا سا خون نکلا تو وضوء ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

جواب: انجکشن پر جسم کا تھوڑا سا خون لگ جاتا ہے اس مقدار میں خون کا باہر آنا ناقض وضوء نہیں ہے اس لئے کہ وہ اتنی کم مقدار میں ہوتا ہے کہ بہتا نہیں ہے چنانچہ فقہاء کے اقوال کے مطابق اگر جسم سے خون نکلے اور اسے پونچھ دیا جائے اور اس کی مقدار اتنی کم ہو کہ اگر نہ پونچھا جاتا تو بھی نہ بہتا تو وضوء نہیں ٹوٹے گا۔ ملاحظہ ہو عالمگیری میں ہے: یعنی جب زخم سے تھوڑا سا خون نکلے پھر اسے پونچھ ڈالے پھر دوبارہ خون نکلے اور اسے بھی پونچھ دے تو اگر مجموعی طور پر خون کی مقدار اتنی ہو کہ پونچھا ہوا خون چھوڑ دینے کی صورت میں بہہ جاتا تو وضوء ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں۔ (عالمگیری: ۱/۱۱) واللہ اعلم

قئی میں خون آنا ناقض وضوء ہے یا نہیں؟

سوال: اگر قئی میں خون آیا تو وضوء ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

جواب: تفصیل اس کی یہ ہے کہ اگر قئی میں خون آیا تو اگر پتلا ہو اور بہتا ہوا ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا چاہے خون مقدار میں کم ہو یا زیادہ، منہ بھر ہو یا نہ ہو اور اگر یہ خون جمے ہوئے ٹکڑے ٹکڑے ہو اور منہ بھر ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر منہ بھر سے کم ہو تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (شامی: ۱/۱۳۷) واللہ اعلم (مستفاد از فتاویٰ دار العلوم زکریا)

ملک میں دہشت گردی پھیلانے کا حکم

سوال: ملک میں دہشت گردی پھیلانے کا کیا حکم ہے؟

جواب: دہشت گردی اسلام میں قطعاً حرام ہے، اور دنیا میں بے قصوروں کو قتل کرنے والے، خون ریزی، اور فتنہ وفساد مچانے والے لوگ قرآن کی نظر میں انتہائی قابل مذمت اور لائق سزا ہیں، اسلام کی نظر میں قتل ناحق

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

بہت بڑا جرم ہے،جس کی کسی صورت میں اجازت نہیں ہے۔(کتاب النوازل ۴۹)

موبائل سے باتیں ریکارڈ کرنا

سوال: موبائیل کے ذریعہ بلااجازت کسی کی بات ریکارڈ کرنا کیسا ہے؟

جواب: بلا اجازت موبائل میں کسی کی گفتگو ریکارڈ کرنا جائز نہیں، کیوں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجلسوں میں کہی گئی بات امانت ہے، ٹیپ کرنے کی وجہ سے یہ امانت محدود نہ رہ سکے گی بلکہ اس کے دوسروں تک پہونچنے کا عین امکان ہے۔(کتاب النوازل:۸۵)

موبائل سے دینی بیانات نعتیں وغیرہ تصویر کے ساتھ سننا

سوال: موبائل کے ذریعہ دینی بیانات نعتیں وغیرہ تصویر کے ساتھ اور بغیر تصویر کے سننا کیسا ہے؟

جواب: موبائل کے ذریعہ دینی بیانات وغیرہ سننا جائز ہے،اور جس تصویر کا آمنے سامنے دیکھنا جائز ہے،اس کو موبائل میں بھی دیکھنے کی گنجائش ہے۔(کتاب النوازل:۱۷/۸۶)

مسافرین کا مسجد میں فون چارج کرنا

سوال: مسافرین اگر بضرورت مسجد میں ٹھہرے تو ان لوگوں کا مسجد کی بجلی سے چارج کرنا کیسا ہے؟

جواب: مسجد کی بجلی سے موبائل چارج کرنے کے بعد کچھ رقم مسجد کے فنڈ میں جمع کر دینی چاہیے، کیوں کہ یہ نماز سے زائد ایک ضرورت پوری کی گئی ہے اس کا معاوضہ مسجد میں جمع کرنا چاہیے(کتاب النوازل:۱۷/۱۰۱)

رہن کا مکان استعمال کرنا

سوال: رہن کا مکان حاصل کر کے اس کو استعمال کرنا کیا جائز ہے؟

جواب: رہن کا مکان حاصل کر کے اس سے نفع اٹھانا کسی طرح بھی جائز نہیں ہے، اگر چہ مالک اس کی اجازت دی دے۔(کتاب النوازل ۱۴۰ /۱۱)

کیا رات میں جھاڑو دینا منع ہے؟

سوال: رات جھاڑو لگانا کیسا ہے؟

جواب: قرآن وحدیث میں کہیں بھی رات میں جھاڑو لگانے کی ممانعت وارد نہیں ہے بلکہ حسب ضرورت رات یا دن کبھی بھی جھاڑو دینے میں کوئی حرام نہیں، رات میں جھاڑو دینے کو ممنوع قرار دینا یہ صرف جہالت کی باتیں ہیں، اس کی کوئی اصل نہیں۔(کتاب النوازل ۱۷/۲۴۶)

احوال وکوائف

جامعہ کے شب وروز

از: مفتی محمد احمد علی قاسمی*

طلبہ کی تعلیمی واصلاحی سرگرمیاں

✸ الحمدللہ تعالیٰ طلبہ کی انجمن تہذیب اللسان کا سالانہ مسابقتی پروگرام ۱۸/۱۹/۲۰/فروری ۲۰۲۰ء بروز منگل چہارشنبہ، جمعرات کو بھرپور اور شاندار تیاریوں کے ساتھ منعقد ہوا۔ جس میں اردو، عربی، انگریزی، تلگو، مراٹھی زبانوں میں طلبہ نے تقریری مظاہرہ پیش کیا، علاوہ ازیں بیت بازی اور محاداثاتی پروگرام بھی منعقد ہوا، تینوں دنوں کی مختلف نشستوں میں حکم حضرات کے علاوہ مہمانانِ خصوصی اور ادارہ کے ٹرسٹیز وذمہ داران نے شرکت کر کے طلبہ کرام کی حوصلہ افزائی فرمائی، آخری نشست میں حضرت ناظم صاحب مدظلہ العالی کے علاوہ مہمانِ خصوصی حضرت مولانا خواجہ کلیم الدین اسعدی صاحب دامت برکاتہم کا طلبہ کرام سے فکر انگیز خطاب ہوا، اور فائق طلبہ کرام میں انعامات کی تقسیم عمل میں آئی۔ شعبہ عالمیت کی تعلیم کے ساتھ عصری مضامین پڑھنے والے طلبہ کرام نے تھرما کول کی مدد سے کئی ایک ماڈلس تیار کئے اور اپنی تزئین کاری کی صلاحیتوں کا مظاہرہ بھی کیا۔

✸ ۲۹/فروری، یکم مارچ ۲۰۲۰ء کو شعبہ اکبر باغ کے طلبہ کرام کا سالانہ تقریری مسابقہ بڑے تزک واحتشام کے ساتھ مسجدِ اکبری اکبر باغ منعقد ہوا۔ جس میں نعتیہ مسابقے میں طلبہ نے نعت وحمد کے علاوہ حالاتِ حاضرہ پر اپنا لکھا ہوا کلام پیش کیا، اور اردو، عربی، انگریزی اور تلگو زبانوں میں اہم تقاریر پیش کیں، مہمان خصوصی کی حیثیت سے حضرت مولانا مفتی صادق محی الدین صاحب، مولانا مفتی الیاس صاحب قاسمی، مولانا سید ظفر احمد جمیل صاحب حسامی دامت برکاتہم مدعو تھے، اختتامی وانعامی نشست بعد نمازِ عشاء منعقد ہوئی۔

✸ ۹/فروری ۲۰۲۰ء بروز اتوار ماہانہ ''اشرف المجالس'' ہوئی، دن بھر ادارہ کی مسجدِ اشرف میں نظامِ اعتکاف چلا، جس میں سالکین انفرادی اعمال کے ساتھ ساتھ اصلاح وتربیت کی خصوصی مجالس سے مستفید ہوئے، بعد نماز مغرب ناظمِ ادارہ، مدیر مکرم حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب دامت برکاتہم کا ''اصلاح نفس کی اہمیت وضرورت'' کے موضوع پر فکر انگیز اصلاحی خطاب ہوا۔

✸ ۲۳/فروری ۲۰۲۰ء بروز اتوار کو طلبۂ شعبہ معہد الاشرف کے درمیان ''ردشیعیت'' کے موضوع پر مولانا ارشد علی قاسمی زید مجدہ نے محاضرہ پیش کیا۔

✸ ۳۱/مارچ تا ۸/اپریل ۲۰۲۰ء ادارہ کے شعبۂ عالمیت کا سالانہ امتحان منعقد ہوگا۔

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

۲۵ ✷ ؍مارچ ۲۰۲۰ءم ۲۹؍رجب المرجب ۱۴۴۱ھ بروز چہارشنبہ ’’جلسۂ تکمیل حفظِ قرآن ودرس ختم بخاری شریف‘‘ کا انشاءاللہ انعقاد ہوگا۔

مدیر محترم کے اہم دینی و دعوتی اسفار

✷ یکم فروری ۲۰۲۰ء، کومہاراشٹر ضلع پربھنی میں مدرسہ فیضانِ حق کے تحت دن میں علماء کرام وائمہ عظام کے اہم اجلاس میں موجودہ حالات میں ائمہ وعلماء کی ذمہ داریوں کے عنوان پرخطاب فرمایا، بعد نمازِ مغرب قادرآباد میں تحفظ ایمان کے عنوان پرعوام اورنوجوانوں سے خطاب فرمایا۔

✷ ۲؍فروری ۲۰۲۰ء صبح ۱۱؍بجے لاتور میں ایک تقریب نکاح میں ’’اصلاحِ معاشرہ‘‘ کے عنوان پرخصوصی خطاب فرمایا، بعد مغرب مدرسہ خیرالمدارس لاتور میں اصلاحی خطاب ہوا۔ ۳؍فروری بعد نمازِ فجر مسجدِ جلال شاہی اوسہ میں ’’تعلق مع اللہ کی ضرورت اورلذت پرخطاب فرمایا، بعد نماز ظہر امدادالعلوم نارائن کھیڑ کے انتظامی امورکا جائزہ لیا۔

✷ ۸؍فروری ۲۰۲۰ء بعد نمازِ عشاء یرہ کنٹہ کی مسجد میں حلقے کے ائمہ ومؤذنین سے اصلاحی خطاب ہوا۔

✷ ۱۳؍فروری ۲۰۲۰ء کومدرسہ حسب المدارس گٹ کیسر کا تنظیمی جائزہ لیا، اور بعد نمازِ مغرب ادارہ اشرف العلوم طلبہ کی ہفتہ واری اصلاحی مجلس سے خطاب فرمایا۔

✷ ۱۵؍فروری ۲۰۲۰ء کومدرسۃ الانصار شاہ پورنگر میں بعد نمازِ عشا حالاتِ حاضرہ پرخطاب فرمایا۔

✷ ۱۶؍فروری ۲۰۲۰ء کو ۱۲؍بجے دن مدرسہ الٰہیہ ملے پلی، کے سالانہ جلسہ میں حاضرین سے خطاب اور بعد نمازِ مغرب احسن المدارس نوی پیٹ، ضلع نظام آباد کی ماہانہ اصلاحی مجلس سے خطاب فرمایا۔

✷ ۱۷؍فروری ۲۰۲۰ء کومسجد حسینی میں شہر کے علماء کے ساتھ موجودہ مسائل پرخصوصی مشورہ میں شرکت فرمائی۔

✷ ۲۱؍فروری ۲۰۲۰ء، کو بعد نمازِ عشاء حفیظ پیٹ حیدرآباد میں مدرسہ سبیل الفلاح کی شاخ کے قیام کی افتتاحی تقریب میں خطاب فرمایا۔

✷ ۲۲؍فروری ۲۰۲۰ء دن میں ۱۱؍بجے مدرسہ دارالعلوم اشرفیہ میں شہر کے آئی ٹی پروفیشنس کے ایک خصوصی اجتماع سے خطاب، بعد مغرب مدرسہ قدوسیہ تحفیظ القرآن کے جلسۂ تکمیل حفظ قرآن میں شرکت کی اورخطاب فرمایا۔

✷ ۲۳؍فروری ۲۰۲۰ء کو ۱۲؍بجے مدرسہ اُم الحسنین کے جلسہ تکمیل حفظ میں شرکت فرمائی اورحاضرین سے خطاب فرمایا، بعد نمازِ عشاء مدرسہ نورالقرآن، بنگلور کے جلسۂ تکمیل حفظ ودستار بندی میں شرکت کی اورخطاب فرمایا۔

✷ ۲۸؍فروری ۲۰۲۰ء کونورانی مسجد، پونڈا، گوا میں بعد فجر وقبل جمعہ خطابات ہوئے، بعد نمازِ مغرب مسجد صدیق مڈگاؤں گوا میں مردوخواتین کی بڑی تعداد سے خطاب فرمایا۔

✷ ۲۹؍فروری ۲۰۲۰ء، کو صبح ۱۱؍بجے مسلم ایسویشن پونڈا، کے تحت مسجد وکمیونٹی ہال کا سنگِ بنیاد، ۳؍بجے مستورات میں خطاب اور بعد نمازِ مغرب عمومی خطاب فرمایا۔

ASHRAFUL JARAID MONTHLY Rs20/-
RNI No: APURD/2007/24089 RD/RNP/HSE/884/20-22
Date of Publication 3rd March-20, date of Posting 5th March-20

Printed.Published and Owned by Mohd Abdul Qavi, # 17-1-391/2, Khaja Bagh, Sayeedabad Colony, Hyderabad- 500059
Published from: # 17-1-391/2, Khaja Bagh, Sayeedabad Colony, Hyderabad- 500059
Editor : Mohammed Abdul Qavi. Printed at: Aish Offset Printers, Behind Masjid e Meraj, Sayeedabad, Hyd.